اصلاح

نمبر ۹ | ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۴ھ | جلد ۳۹

(مدیر)

احقر علی حیدر عفی عنہ

(دار الاشاعۃ)

کھجوا (صوبہ بہار)

قواعد وضوابط رسالہ اصلاح

(۱) یہ رسالہ ہر عربی مہینہ کی آخر تک شایع ہوتا ہے۔ (۲) سالانہ چندہ ہندوستان میں قسم اول ۵ قسم دوم ۳ بیرون ہند قسم اول ۶ قسم دوم للعہ (۳) اس رسالہ کا حساب ہر عربی مہینہ کے مطابق (محرم سے شروع اور ذی الحجہ پر ختم) ہوتا ہے (۴) ہر خریدار ابتدا سال سے خریدار سمجھا جائیگا (کیونکہ اس میں بعض مسلسل کتابیں شایع ہوتی ہیں) اگر کوئی شخص درمیان سال سے خریداری منظور کرے گا تو اس کو بھی ابتدا سال سے ہی پرچے روانہ کیے جائیں گے اور چندہ کا حساب بھی ابتدائے سال سے ہی رہیگا (۵) جس ماہ کا پرچہ نہ پہونچے دوسرے ماہ کے اندر طلب کرنے پر بلا قیمت روانہ ہوگا بعد میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (۶) پتا اگر تبدیل ہو تو فوراً دفتر کو اطلاع دی جائے ورنہ پرچہ گم ہوگا تو دفتر ذمہ دار نہیں (۷) جو صاحب دائرہ تحقیق کھجوا کے ممبر یا رسالہ الشمس کے خریدار ہوں اس کا خیال رکھیں کہ اس کا حساب اسی دائرہ سے متعلق ہے۔ اصلاح کا چندہ الشمس میں یا الشمس کا چندہ اصلاح میں نہ شمار کیا جائے (۸) جن حضرات کو پرچہ کنارہ ترشا ہوا مطلوب ہو وہ مطلع فرمائیں۔

(۹) خط وکتابت اس پتے سے ہو
منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)
P. O. KUJHWA
(BIHAR CIRCLE)

انصار اصلاح

ہم حسب ذیل ہمدردان اصلاح کے نہایت شکر گذار ہیں کہ اصلاح کو جدید خریدار عنایت فرما کر شکر گذار کیا۔ خدا کل حضرات کو جزائے خیر دے۔ امید کہ دوسرے بہی خواہان دین وملت بھی جلد ادھر توجہ فرما کر شکر گذار کرینگے۔ (۱۰۶) جناب سید بشیر حسین صاحب زیدی کانپور ۱ (۱۰۷) جناب سید نائب حسین صاحب مرزاپور ۱ (۱۰۸) جناب سید عسکری عباس صاحب نائک محرر جھانسی ۱ (۱۰۹) جناب سید جعفر حسین صاحب سب انسپکٹر پولیس ضلع فیروزپور ۱ (۱۱۰) جناب سید فیض العسکری صاحب تحصیلدار پنشنر ضلع گجرانوالہ ۱ (۱۱۱) جناب شاہ مظہر حسین صاحب پیشکار کمشنری گورکھپور ۱ (۱۱۲) جناب سید طالب عباس صاحب بلگرام ۱ (۱۱۳) جناب سید محمد صادق شاہ صاحب بخاری مدرس ضلع میانوالی ۱ (۱۱۴) جناب سید محمد رضی صاحب پوسٹماسٹر رائے گڈھ ۱ (۱۱۵) جناب منشی اختر حسین صاحب ایجنٹ بردانی اسٹیٹ ۲ (۱۱۷) جناب مولوی سید وزیر رحید صاحب کونچ ۱ (۱۱۸) جناب خواجہ انصار حسین صاحب سہارنپور ۱ (۱۱۹) جناب شیخ محمد الدین صاحب لائلپور ۱ (۱۲۰) جناب سید خادم حسین شاہ صاحب گرداور قانونگو ضلع گرداسپور ۱ (۱۲۱) جناب سید افضل حسین صاحب احمد آباد گجرات ۱ (۱۲۲) جناب سید علی نواز صاحب سب انسپکٹر فتح پور ۳ (۱۲۳) جناب مولوی سید اولاد حیدر صاحب کھجوئی ۲ (باقی آئندہ)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۹ | ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ | جلد ۳۹

شکریہ

(۱) عالی جناب خان بہادر آغا میر حسین شاہ صاحب سابق وزیر ریاست پونچھ جموں دام شرفہ نے اعانت اصلاح میں مبلغ عنہ عنایت فرماکر شکر گزار کیا (۲) عالی جناب نواب سید علی خانصاحب جعفری رئیس پرانی حویلی حیدرآباد دکن دام شرفہ نے کتاب الازمنہ والامکنہ جو دو جلدوں میں ہے عنایت فرماکر شکر گزار کیا (۳) عالی جناب سید جعفر حسین صاحب رضوی دام مجدہ نے بمبئی کے چند خریداروں سے چندہ اصلاح وصول فرماکر بکثرت کتابیں خرید کر عنایت فرماکر شکر گزار کیا (۴) جناب سید بدر الحسن صاحب سب انسپکٹر تھانہ انورائی بنارس اسٹیٹ دام مجدہٗ دو جدید خریدار نہ دے سکے تو اپنے پاس سے دو خریداروں کا چندہ عنایت کیا جس سے عا موصول ہو چکا اور باقی للعہ بھی جلد آئیگا۔ خدا کل حضرات کو جزائے خیر دے۔ دوسرے حضرات بھی اسطرح توجہ کریں تو دفتر کی دقتیں رفع ہوتی رہیں۔

طبقات ابن سعد تاریخ مکہ اور تاریخ یعقوبی کی ضرورت

مگر افسوس کتاب طبقات ابن سعد اب تک ہمارے پاس نہ آسکی۔ حالانکہ سوانح عمری خلیفہ اول کے لئے اسکی شدید ضرورت ہے۔ کوئی صاحب بطور عاریۃً ہی عنایت فرماکر ممنون کریں کہ اس سے بہت کام نکلے گا۔ نیز علامہ ازرقی کی کتاب تاریخ مکہ اور تاریخ یعقوبی کی بہت ضرورت ہے۔ کوئی صاحب ان کو بھی عنایت فرماکر ممنون کریں۔ واضح ہو کہ تینوں کتابیں یورپ میں چھپی ہیں اور سوانح عمری خلیفہ اول و دوم بغیر انکے مکمل نہیں ہوسکتی۔ دفتر اصلاح کی مالی حالت اس قابل نہیں کہ خود ان کو منگا سکے۔

شیعہ دار المصنفین

کے متعلق جن حضرات دین وملت کے اسماء گرامی ماہ شعبان کے اصلاح میں شائع کئے گئے ہیں وہ جلد اس ادارے کو مستحکم کرنے کی کوشش فرماکر اپنے دین حق کی تبلیغ کا اجر عظیم حاصل فرمائیں۔ تاکہ سوانح عمری خلیفہ دوم بھی فوراً شروع کردی جائے۔

مسائل رنگون

ایک محترم ہمدرد اصلاح کے ذریعہ سے رنگون کے حسب ذیل سوالات وجوابات علمار اہلسنت ہم کو موصول ہوئے جن کے درج کرنے کے بعد ہم اپنا تبصرہ بھی لکھیں گے۔ مدیر اصلاح

سوالات کیا فرماتے ہیں علمار دین حسب ذیل مسائل میں :-

(۱) قرآن شریف کی پہلی آیت کون سی نازل ہوئی؟ قرآن شریف کا شروع سورہ الحمد سے ہے یا الم سے (۲) نماز کے بعد سلام پھرایا جاتا ہے وہ نماز میں داخل ہے یا خارج اگر داخل ہے تو سلام پھرانیکا سبب کیا؟ (۳) قیام میں اکثر ہاتھ باندھتے ہیں اور اکثر کھلے رکھتے ہیں۔ درست اور صحیح کس کو ماننا۔ (۴) صحابہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اول خلیفہ مقرر کیا گیا تو وہ بحکم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تھا یا عام مسلمانوں کے انتخاب سے۔ (۵) پیغمبر صاحب اپنی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے تھے یہ اکثر مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بمقابلہ دیگر صحابہ رشتہ داری اور قرابت نیز دیگر اسلامی باتوں میں بڑھ جائیں گے یا نہیں۔ جب کہ آپکا لقب سیف اللہ یعنی خدا کی تلوار ہے تو پھر آپ کو خلیفہ اول تسلیم اور مقرر نہ کرتے ہوئے خلیفہ چہارم مقرر کرنے کا سبب کیا ہے؟ اگر سمجھائیں گے تو احسان ہوگا۔ (۶) ایمان مفصل عربی زبان میں ہے جس کا ترجمہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق یہ ہے کہ آخرت کے دن پر۔ اور تقدیر پر کہ بھلا یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔ سوال یہ ہے کہ کیا برائی بھی خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ یوں ماننا چاہیئے؟ (خدا کسی کا برا نہیں کرتا اپنے ہاتھ سے انصاف کرتا ہے یہ میرا عقیدہ ہے) (۷) حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ماتم دل میں نیز عام پبلک میں کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر ممنوع ہے تو کس کتاب سے۔ (۸) قابل اعتبار و اعتماد کتب احادیث کیا ہیں؟ بخاری شریف ترمذی شریف صحیح ہے کہ نہیں اگر صحیح ہے تو دلیل کیا؟ (۹) حضرت بڑے پیر کی کتابوں میں ہے کہ ایک نوجوان کے انتقال پر اوسکی والدہ نے حضرت پیران پیر (رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کی اسکے عرض کرنے پر حضرت نے ملک الموت سے لڑکر اوسکی روح کو چھینکر اوسے زندہ کردیا۔ تو یہ بات صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح ہے تو دلیل کیا؟

(۱۰) سنت والجماعت کب سے شروع ہوئی پیغمبر صاحب کے زمانہ سے ہے یا بعد سے۔ نیز اس کی دلیل کیا؟ مذکورہ بالا سوالات کے جوابات جلد از جلد عنایت فرمائیں۔

الجواب: سب سے پہلی آیت اقرأ باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی۔ مگر ترتیب کے اعتبار سے وہی ہے جو مصحف عثمانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مطابق ہے جس میں شروع الحمد سے ہے۔ (۲) سلام نماز کے واجبات میں داخل ہے جو نماز سے خارج ہونے کے لئے مقرر کیا گیا ہے (۳) ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا اچھا ہے (۴) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے زندگی میں مرض موت کی حالت میں برائے امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کو منتخب کرنا (بخاری) اور نیز مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں آنے جانے کے لئے تمام صحابہ کے دروازوں کو بند کرا دینے اور صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دروازے کو مسجد کیطرف کھلا رکھنے کی اجازت دینا اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک عورت کے اس سوال (کہ آں جناب کو نہ پایا تو) کے جواب میں فرمانا کہ اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس جانا (بخاری) یہ اور دیگر دلائل اس بات پر دال تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو منظور یہی تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت کی وفات کے بعد خلیفہ ہوں اس بنا پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے (جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی تھے) حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کو خلیفہ اور امیر المومنین منتخب فرمالیا۔ (۵) اہل سنت والجماعت میں سے کوئی اس کا قائل نہیں اور یہی دلائل سے صحیح بھی ہے۔ بخلاف اسکے اگر کوئی دوسری جماعت جو خارج از اہل سنت والجماعت ہو اور وہ قائل ہو تو ہو۔ حالانکہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔

پروردگار عالم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی کو اپنے کلام پاک میں سورہ واللیل پارہ عم میں لفظ اتقی سے یاد فرمایا ہے اور اتقی کو حجرات پارہ حم میں اکرمکم سے تعبیر فرمایا ہے جسکے معنے یہ ہوئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ جو تم میں اتقی ہے وہ اتقی تم تمام سے پروردگار عالم کے نزدیک اکرم اور زیادہ معزز اور مرتبہ والا ہے۔ اسی طرح حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اپنے اندر سب سے زیادہ عالم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے کو سمجھتے تھے (بخاری) ان امور سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ سے زیادہ مرتبہ میں مجموعی طور پر

کوئی نہ تھا نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نہ دوسرے صحابہ۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ یہ کہ حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد ابن الولید کو سیف بن سیوف اللہ فرمایا ہے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ (۶) یہ صحیح ہے کہ پروردگار عالم اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کے لئے برائی پسند نہیں کرتا ولا یرضی لعبادہ الکفر لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خالق بھی نہ ہو والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ کے معنے یہ ہیں کہ پروردگار عالم خالق خیر اور شر دونوں ہے۔ البتہ وہ خیر کو پسند کرتا ہے اور شر کو نہیں۔ (۷) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے مرنے پر کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے (بخاری) (وشامی جلد ثانی) البتہ عورت اپنے خاوند کے مرنے پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرسکتی ہے۔ اس دلیل سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ماتم کرنا جائز نہیں۔ (۸) بہت ہے۔ جن میں مشہور یہ ہیں۔ بخاری مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد ابن ماجہ (۹) بڑے پیر صاحب نے اپنی کتابوں میں اپنے ہاتھ سے یہ واقعہ نہیں لکھا۔

(۱۰) حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ما انا علیہ واصحابی کا فرقہ ہے۔ اس ما انا علیہ واصحابی پر چلنے والے فرقے نے دیگر فرقوں بالخصوص فرقہ معتزلہ سے ممتاز ہونے کے لئے اپنا یہ نام پسند کرلیا۔ فقط

کتبہ احقر انوری اسماعیل بن محمد سورتی جامع مسجد رنگون

تبصرہ از مدیر اصلاح | مسائل مذکورہ کے متعلق حسب ذیل امور قابل ذکر ہیں۔ امید ہے کہ رنگون کے علماء اہلسنت خصوصاً اور جمیع اہلسنت خصوصاً ان کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور ان میں جو امر حق ہو اسے خوشی سے قبول فرمائیں گے اور جو غلط ہو اس سے خبر دینگے

تحریف قرآن کا عقیدہ | (۱) جب سب سے پہلی آیت اقرء باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی تو موجود قرآن مجید میں وہی آیت پہلے کیوں نہیں درج کی گئی؟ جب خدائی ترتیب کے اعتبار سے یہ آیۃ اوّل تھی تو حضرت عثمان نے کیوں اس کو الٹ کر آخر میں ڈال دیا؟ کیا خدا نے غلطی کی تھی جس کی اصلاح حضرت عثمان نے کی کہ سب سے پہلی آیۃ کو قرآن مجید کے سب سے آخری پارہ ۳۰ کے اندر ڈالدیا! جو شخص خدا کے فعل میں ترمیم کرے کہ جو چیز اوپر تھی اسکو نیچے کردے۔ اس کے بارے میں عقل اور خدا و رسول کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسا کرنے والے اس آیۃ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی

قیل لهم فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون (جو بات ان سے کہی گئی تھی اسے ظالموں نے بدل دیا تب ہم نے ان لوگوں پر ان کے فسق کی وجہ سے آسمانی عذاب نازل کیا۔ پ ۱ ع ۶) نیز اس آیۃ یحرفون الکلم عن مواضعہ (یہ لوگ خدا کے کلمات کو بدلکر ایک جگہ سے دوسری جگہ کر دیتے ہیں پ ۵ - ع ۶) کے مصداق قرار پائے یا نہیں؟ اور اس وجہ سے آپ حضرات تحریف قرآن کے قائل ہوئے یا نہیں؟ کیا یہ تحریف قرآن کا اعتقاد نہیں ہے کہ حضرات اہلسنت کا دعوے ہے کہ سب سے پہلی آیۃ اقرء نازل ہوئی مگر اب قرآن مجید میں وہ سب سے آخری پارے میں کر دی گئی اور اس کے عوض قرآن مجید کے شروع میں سورہ الحمد ہے اور جس طرح عیسائی اور یہود تحریف شدہ انجیل و توریت پر عمل کرتے ہیں اسی طرح اہلسنت بھی حضرت عثمان کے تحریف کردہ قرآن پر عامل قرار پائے یا نہیں؟

نماز میں سلام پھیرنا (۲) سلام پھیرنے کے متعلق یہ جواب دیا گیا ہے "سلام نماز کے واجبات میں داخل ہے جو نماز سے خارج ہونے کے لئے مقرر کیا گیا ہے"۔ مگر سوال یہ ہے کہ سلام ختم کرنے کے پہلے منہ کو داہنے بائیں موڑ لینے سے نماز کیسے درست رہتی ہے؟ سلام پڑھتے وقت اسکو ختم کرنے کے پہلے ادھر اُدھر پھر جانے سے آپ حضرات اپنی نماز کیوں باطل کر دیتے ہیں؟ اور جس مذہب کی ہر نماز غلط اور باطل ہو وہ کیسے حق ہو سکتا ہے۔ آپ لوگوں کا سلام پھیرتے وقت داہنے بائیں مڑنا سب جانتے ہیں رہا یہ کہ نماز میں داہنے بائیں مڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے وہ حسب ذیل احادیث سے ثابت ہے ایاکم والالتفات فی الصلوٰۃ فانها هلکۃ یعنی خبردار نماز میں داہنے بائیں نہ مڑنا کہ اس سے نماز ہلاک (غلط اور باطل) ہو جاتی ہے۔ لا صلوٰۃ للملتفت یعنی جو لوگ نماز میں داہنے بائیں مڑ جاتے ہیں ان کی کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی ان الضاحک فی الصلوٰۃ والملتفت والمقعع بمنزلۃ واحدۃ یعنی جو لوگ نماز میں ہنستے ہیں اور جو لوگ اپنے ہتھیار کھڑکھڑاتے ہیں اور جو داہنے بائیں مڑ جاتے ہیں وہ سب ایک حکم میں ہیں (کہ سب کی نماز باطل ہے) لا تلتفوا فی صلوتکم فانہ لاصلوٰۃ للملتفت۔ اے مسلمانو! تم لوگ اپنی نماز میں داہنے بائیں نہ مڑا کرو۔ جو لوگ داہنے بائیں مڑ جاتے ہیں انکی نماز ہی نہیں ہوتی (کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۴ ص۱۰۱) اور بڑی معتبر کتاب مشکوۃ شریف میں (جو صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ سنن ابو داؤد وغیرہ کا مجموعہ ہے) لکھا ہے:-

عن عائشة قالت سالت رسول الله صلعم عن الالتفات فی الصلوۃ فقال ھو اختلاس یختلسه الشیطان من صلوۃ العبد متفق علیه اس کا ترجمہ علماء اہلسنت ہی نے اس طرح کیا ہے " روایت ہے عائشہ رضؓ سے کہا پوچھا میں نے رسول اللہ سے اِدھر اُدھر دیکھنے سے نماز میں پس فرمایا کہ وہ اچک لینا ہے کہ جھک لیتا ہے اس کو شیطان نماز بندے کی سے۔ روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے"۔ اور اس حدیث پر یہ حاشیہ لکھا ہے" اچک لیتا ہے یعنے بندے کی نماز کا کمال چھین لیتا ہے اور مراد اِدھر اُدھر دیکھنے سے یہ ہے کہ گردن پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھے اس طرح کہ منہ قبلہ کی طرف سے پھر جاوے" (مشکوۃ شریف ۔جلد ۲ صفحہ ۲۵ مطبوعہ مطبع احمدی لاہور) سلام پھیرنے میں حضرات اہل سنت اِدھر اُدھر گردن اس طرح پھیرتے ہیں کہ منہ قبلہ کیطرف پھر جاتا ہے۔ اس کو رسولخدا صلعم شیطان کا کام فرماتے ہیں۔ پھر ایسی نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ ۔ اور جس مذہب میں ہر نماز اس طرح پڑھی جائے کہ وہ ہمیشہ باطل ہوتی رہے وہ خود کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

نماز میں ہاتھ باندھنا (۳) تیسرا سوال یہ تھا کہ" قیام میں اکثر ہاتھ باندھتے ہیں اور اکثر کھلے رکھتے ہیں"۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ" ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا اچھا ہے" مگر یہ فرمائیے کہ خدا ورسولؐ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے یا نہیں اگر خدا اور رسولؐ کا حکم نہیں ہے تو پھر نماز میں ایسا کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ حضرت رسولخدا صلعم نے نماز کا جو طریقہ بتایا ہے اور جو آپکی معتبرترین کتابوں میں موجود ہے اس میں تو ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ۔صرف دو حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ زیادہ میں طول ہوگا۔ علامہ علی متقی فرماتے ہیں الفرع الاول فی صفة الصلوۃ دار کانھا مجتمعة یعنی پہلی فرع نماز کے طریقہ اور اس کے سب ارکان کے بیان میں۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم کی یہ حدیث لکھی ہے انه لا یتم صلوۃ احد کم حتے یسبغ الوضوء کما امرہ الله فیغسل وجھه و یدیه الی المرفقین ویمسح راسه ورجلیه الی الکعبین ثم یکبر الله ویحمدہ ویمجدہ ویقرء ما تیسر من القران مما علمه الله واذن له فیه ثم یکبر فیرکع فیضع کفیه علی رکبتیه فیرفع حتے تطمئن مفاصله وتسترخی ثم یقول سمع الله لمن حمدہ فیستوی قائما حتے یاخذ کل عظیم ماخذہ ویقیم صلبه ثم یکبر فیسجد فیمکن جبھته من الارض حتے تطمئن مفاصله وتسترخی ثم یکبر

فیرفع راسہ فیستوی قاعدا علی مقعدتہ ولیقیم صلبہ ثم یکبر فیسجد حتی یمکن ویسترخی لا تتم صلوۃ احدکم حتی یفعل ذلک یعنی حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ تم میں کسی کی نماز صحیح نہیں ہو گی جب تک اس طرح نہ پڑھی جائے کہ پہلے باقاعدہ وضو کیا جائے جس طرح خدا نے حکم دیا ہے کہ اپنا منہ دھوئے۔ پھر دونو ہاتھوں کو کہنی تک دھوئے پھر اپنے سر پر مسح کرے۔ دونوں پاؤں پر مسح کرنا پھر اپنے دونوں پاؤں پر کعبین (ٹخنوں) تک مسح کرے۔ پھر تکبیر کہے اسکی حمد و ثنا بجالائے اور قران کی سورہ (الحمد اور دوسری سورہ) پڑھے پھر تکبیر کہے پھر رکوع کرے۔ اس میں اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے پھر کھڑا ہوکر مطمئن ہوجائے تو کہے سمع اللہ لمن حمدہ پھر تکبیر کہ کر سجدہ میں جائے اور زمین پر اپنی پیشانی رکھے پھر سر اٹھاکر برابر بیٹھے پھر تکبیر کہکر دوسرا سجدہ کرے۔ کسی کی نماز درست نہیں ہو گی جب تک اس طرح نہ کرے گا (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۹۳) اور مشکوۃ شریف میں ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اذا قمت الی الصلوۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرء بما تیسر معک من القران ثم ارکع حتے تطمئن راکعا ثم ارفع حتے تستوی قائما ثم اسجد حتے تطمئن ساجدا ثم ارفع حتے تطمئن جالسا ثم اسجد حتے تطمئن ساجدا ثم ارفع حتے تطمئن جالسا وفی روایۃ ثم ارفع حتے تستوی قائما ثم افعل ذلک فی صلوتک کلھا متفق علیہ یعنے جس وقت کہ کھڑا ہو تو طرف نماز کی پس پورا کر وضو پھر سامنے کھڑا ہو قبلہ کے پھر تکبیر کہہ پھر پڑھ جو آسان ہو ساتھ تیرے قران سے۔ پھر رکوع کر یہاں تک کہ ٹھہرے تو رکوع میں پھر اُٹھا سر یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو تو پھر سجدہ کر یہاں تک خاطر جمع سے کرے تو سجدہ پھر اُٹھا سر یہاں تک کہ خاطر جمع سے بیٹھے تو پھر سجدہ کر یہاں تک کہ خاطر جمع سے کرے تو سجدہ پھر اُٹھا سر اپنا یہاں تک کہ خاطر جمع سے بیٹھے تو۔ اور بیچ ایک روایت کے یہ ہے کہ پھر اُٹھا تو سر یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو تو پھر کر یہ اپنی ساری نماز میں روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے (مشکوۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۱۷۱) غرض نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اسمیں بھی نہیں ہے۔ اگر ہاتھ باندھکر نماز صحیح ہوتی تو حضرت رسولخدا صلعم اس کا ضرور حکم دیتے اور جب حضرت صلعم نے نہیں فرمایا تو ہاتھ باندھنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور نہ ایسی نماز درست ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کو وضو میں پاؤں پر مسح کرنا اور نماز میں ہاتھ کھولنا چاہیئے۔

حضرت ابو بکر کی پیش نمازی اور خلافت

(۴) چوتھے سوال کے جواب میں حضرت ابو بکر کی خلافت کی جو دلیلیں دی گئی ہیں وہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان کی مصداق ہیں۔ سائل نے پوچھا ہے کہ "حضرت ابو بکر کو اول خلیفہ مقرر کیا گیا تو وہ بحکم رسولؐ تھا یا عام مسلمانوں کے انتخاب سے"۔ اس کے جواب میں یہ کہنا چاہیئے تھا کہ "حضرت رسولؐ کے حکم سے تھا" یا یہ کہتے کہ "عام مسلمانوں کے انتخاب سے تھا"۔ سائل نے دلیلیں تو پوچھیں نہیں پھر انکے لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ نماز پڑھانا تو آپ کے ہاں ایسا کام نہیں جسکی وجہ سے خلافت پر استدلال کیا جائے کیونکہ آپ کے ہاں مشہور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا صلوا خلف کل بر و فاجر یعنی ہر نیک اور بدمعاش آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے قال رسول اللہ والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر یعنی رسولخداؐ نے فرمایا کہ تم پر واجب ہے کہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھو۔ وہ نیک یا بدمعاش یا پاجی ہو۔ اگرچہ وہ سب گناہان کبیرہ بھی کرے (یعنی کوئی مضائقہ نہیں اس حالت میں بھی اسکے پیچھے نماز پڑھو مشکوٰۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۵۳)

آپ فرماتے ہیں کہ "نبی کریم صلعم کا اپنی زندگی میں مرض موت کی حالت میں برائے امامت حضرت ابو بکر کو منتخب کرنا" مگر حضرت ابو بکر سے پہلے آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کی امامت کے لئے حضرت ابن ام مکتوم کو منتخب کیا تھا مشکوٰۃ شریف میں ہے: استخلف رسول اللہ ابن ام مکتوم یؤم الناس یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵۳)۔ جب حضرت ابو بکر سے پہلے حضرت ابن ام مکتوم امامت کے لئے مقرر کیے گئے تو انھیں کو خلیفہ اول بھی بننا چاہیئے اور حضرت ابو بکر کو خلیفہ دوم۔ اور انصاف یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کی پیش نمازی کی حدیث بالکل غلط ہے۔ ہرگز حضرت رسولخدا صلعم نے اُن سے نہیں فرمایا کہ تم مسلمانوں کو نماز پڑھاؤ۔ حضرتؐ نے تو اپنے مرض میں حضرت ابو بکر و عمر کا مدینہ میں رہنا بھی پسند نہیں فرمایا اسی وجہ سے ان دونوں صاحبوں کو حکم دیا کہ اسامہ کے لشکر کے ساتھ مدینہ سے بڑی دور چلے جائیں۔ اسی غرض سے حضرتؐ نے اپنے انتقال سے ٹھیک دو روز پہلے یعنی ۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ کو حکم دیا کہ روم سے جنگ کے لئے لشکر طیار ہو جائے اور دوسرے دن اسامہ بن زید کو طلب کر کے فرمایا میں تجھ کو اس لشکر کا امیر بناتا ہوں اس قدر جلدی جا کہ ان لوگوں کو خبر نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اعیان مہاجر و انصار مثل حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و سعد بن ابی وقاص وغیرہ کے اسامہ کے ماتحت روانہ ہوں مگر

حضرت علیؑ کو ساتھ نہیں کیا بلکہ اپنے پاس رکھا۔ یہ تمام واقعات حضرات اہلسنت کی معتبر کتب حدیث وغیرہ میں ہیں (دیکھیے جناب مولانا شاہ عبدالحق صاحب دہلوی کی کتاب مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۸۹) مگر حضرت ابوبکر و عمر اس لشکر کے ساتھ نہیں گئے آنحضرت صلعم نے فرمایا لعن اللہ من تخلف عنہا خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو اسامہ کے ساتھ نہیں گئے (ملل و نحل مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۲۰)۔ اگر حضرت رسولخدا صلعم چاہتے کہ حضرت ابوبکر آپ کے خلیفہ ہوں تو اپنے انتقال سے دو روز پہلے اسکی کوشش کیوں فرماتے کہ مدینہ سے یہ لوگ نکل جائیں اور بہت دور ملک روم میں چلے جائیں تا کہ خلافت کے متعلق کوئی کارروائی کر ہی نہیں سکیں۔ اور جب ان لوگوں نے آنحضرتؐ کی شدت علالت دیکھکر اور موت کا یقین کرکے جانے سے انکار کیا تو حضرت غضبناک ہو کر لعنت کیوں فرماتے۔ یہ بھی سب مسلمان جانتے ہیں کہ جہاد کے لئے جو لشکر جاتا تھا اُس میں حضرتؐ خود سردار ہوتے اور صحابہ ماتحت ہوتے آنحضرتؐ کسی صحابی کو سردار فوج بناکر اور خود اسکے ماتحت ہو کر نہیں جاتے تھے۔ پس اگر حضرت ابوبکر میں آنحضرتؐ کی خلافت کی صلاحیت ہوتی تو آخری لشکر ہی میں حضرت رسولخدا صلعم آپ کو سردار فوج اور اسامہ وغیرہ کو آپ کا ماتحت بناتے۔ مگر اُس وقت بھی آپکو ماتحت اسامہ بنانا اس امر کا اعلان کرنا تھا کہ مسلمانو! جان لو جب ابوبکر میں اسکی صلاحیت نہیں کہ صرف اس لشکر کے سردار بنائے جائیں تو ان میں اسکی صلاحیت کہاں سے ہوسکتی ہے کہ سب مسلمانوں کے سردار بن جائیں!!!

تبلیغ سورۂ براءۃ سے معزولی حضرت رسولخدا صلعم کا ایک بڑا کام احکام خدا کی تبلیغ بھی تھا۔ اس سے بھی حضرت ابوبکر محروم کیے گئے اور اعلان کردیا گیا کہ ان میں اسکی بھی صلاحیت نہیں ہے۔ سورہ براءۃ کی تبلیغ کے لئے آنحضرتؐ خود نہ تشریف لے جاسکے تو حضرت ابوبکر سے کہ کر ان کو معزول کردیا۔ صحیح بخاری کی شرح میں ہے:۔ بعث النبیؐ براءۃ مع ابی بکر ثم دعا علیا فاعطاھا ایاہ وقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے سورہ براءۃ کو حضرت ابوبکر کے ساتھ بھیجا پھر فوراً ہی وہ سورہ ان سے لے کر حضرت علی کو دے دیا اور حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ کسی کو مناسب نہیں ہے کہ اس کو پہونچائے سوا اس شخص کے جو میرے اہل سے ہو (صحیح بخاری کتاب التفسیر پارہ ۱۹ صفحہ ۱۹۴) کیا اس سے رسولخدا صلعم کا مطلب نہیں تھا کہ اپنی امت کو یہ سبق دیں کہ اے مسلمانو! یاد رکھنا بھول نہ جانا یہی ابوبکر جنکو میں سورہ براءۃ کی تبلیغ تک کے قابل نہیں جانتا اور جو اس ایک کام میں بھی میری

ینا بت نہیں کرسکتے آئندہ میرے خلیفہ بنیں تو تم نہ ماننا اور میرے حقیقی خلیفہ بلافصل علیؑ ہی کی پیروی
کرنا اور انھیں کو خلیفہ ماننا!!! اسی شرح صحیح بخاری میں ہے من حدیث ابی رافع نحوہ
لکن قال اتاہ جبریل فقال انہ لن یؤدیھا عنک الا انت او رجل منک یعنی
حدیث ابورافع میں ہے کہ جب حضرت رسولخداؐ نے سورہ برأۃ حضرت ابوبکر کو دیا تو حضرتؐ
کے پاس جناب جبرئیلؑ آئے اور خدا کا یہ پیغام پہونچایا کہ اے محمدؐ (آپ نے یہ کیا کیا؟) اس سورہ
کو آپ کے یا اس شخص کے سوا جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہونچا سکتا اس پر حضرتؐ نے ان سے
لیکر حضرت علیؑ کے ساتھ اس کو بھیجا (پ ۱۹ ص ۱۹۴) اس سے ثابت ہوا کہ خود خدا نے حضرت ابوبکر
کو اس دینی خدمت سے معزول کیا۔ پھر خدا اس کو کیسے پسند کرسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر آنحضرتؐ
صلعم کے خلیفہ ہوں؟ اس پر حضرت ابوبکر روئے بھی مگر خدا اور رسولؐ نے انکی خواہش پوری نہیں کی۔

حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل

(۵) پانچواں سوال حضرت علیؑ کی خلافۃ بلافصل کا ہے۔ اس کے جواب میں بھی آفتاب پر خاک پھینکی گئی ہے۔ تمام کتب اہلسنت میں یہ
واقعہ موجود ہے کہ سنہ ۳ بعثت میں جب حضرت رسولخدا صلعم کو حکم ہوا کہ وانذر عشیرتک الاقربین
تو حضرتؐ نے لوگوں کو دعوت دی اور فرمایا انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ قد امرنی
اللہ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی
فیکم فاحجم القوم عنھا جمیعا قلت یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی
ثم قال ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا۔ یعنی میں تمہارے
لئے دنیا اور دین کی بھلائی لایا ہوں اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اسکی طرف بلاؤں تم میں
کون ہے کہ اس کام میں میری مدد اور وزارت کرے اور میرا بھائی وصی اور خلیفہ بنے؟ مجمع سے
کسی نے جواب نہیں دیا تو حضرت علیؑ نے عرض کی یا نبی اللہ آپکی مدد اور وزارت کو میں حاضر
ہوں۔ اس پر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی گردن پر ہاتھ رکھا اور قوم سے خطاب کرکے کہا
دیکھو یہ میرا بھائی میرا وصی اور تم لوگوں میں میرا خلیفہ ہے تم سب اس کا حکم ماننا اور اطاعۃ کرنا۔
(یہ واقعہ سیکڑوں کتب اہل سنت میں ہے ملاحظہ ہو: تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۶ ۔ کنز العمال جلد ۶
ص ۳۹۷ ۔ تفسیر خازن جلد ۳ ص ۳۷۲ ۔ تفسیر معالم التنزیل ص ۶۶۳ ۔ تاریخ ابوالفدا جلد ۱ ص ۱۱۹۔
تاریخ کامل جلد ۲ ص ۲۲ ۔ سیرۃ نبویہ جلد ۱ ص ۱۹۵ وغیرہ) غرض آنحضرتؐ نے نبوت کے

چوتھے سال حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور آخر وقت تک اس حکم کو منسوخ نہیں کیا نہ بدلا نہ کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ بنایا لہذا ماننا پڑیگا کہ جناب امیرؑ آنحضرت صلعم کے خلیفہ بلا فصل تھے اور دوسروں کی خلافت حضرت کے مقابلہ میں کسیطرح صحیح نہیں کہی جا سکتی۔ پھر آنحضرت صلعم بار بار جناب امیرؑ کی خلافۃ کی تاکید بھی اپنے قول اور عمل سے فرماتے رہے۔ جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور ضرورت ہوئی کہ امانتوں وغیرہ کے ادا کرنے کے لئے کسی کو اپنا خلیفہ بنائیں تو حضرت ابوبکر کو اس قابل نہیں سمجھا بلکہ اپنے پہلے سے مقرر کردہ خلیفہ بلا فصل حضرت علیؑ ہی کو عملی طور پر خلیفہ بنا کر اپنے فرش پر سلا گئے اور فرمایا کل امانتوں کو میری طرف سے ادا کر کے میرے پاس آنا۔ پھر جب غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور ضرورت ہوئی کہ کسی کو اپنا قائم مقام مدینہ میں بنا جائیں تو حضرت ابوبکر کو اس قابل نہیں سمجھا بلکہ حضرت علیؑ ہی کو اپنا خلیفہ بنا کر تشریف لے گئے اور آپ سے فرمایا الا ترضے ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسے۔ یعنی اے علیؑ تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسےؑ سے تھی (صحیح بخاری پ۱۴ ص۸۹)۔ یہ سب جانتے ہیں کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسےؑ کے خلیفہ تھے۔ بس اسی طرح حضرت علی بھی حضرت رسولخدا صلعم کے خلیفہ تھے۔ پھر حجۃ الوداع سے واپس آتے وقت حضرت کو دکھا کر تمام مسلمانوں سے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اے مسلمانو! جس جس کا مولا میں ہوں اسکے پیشوا علی بھی ہیں (تفسیر درمنثور جلد ۲ ص۲۹۳ وغیرہ) غرض ۴۳ سال بعثت میں آنحضرتؐ جناب امیرؑ کو اپنا خلیفہ بلا فصل بنا کر آخر زندگی تک اس کا اعلان اور مختلف صورتوں سے حضرت کی خلافۃ بلا فصل کو واضح فرماتے اور سمجھاتے رہے۔ یہی ہر مسلمان کو ماننا چاہیئے۔

کیا خدا خالقِ شر ہے

(۶) چھٹے سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے "پروردگار عالم خالق خیر اور شر دونوں ہے"۔ یہ بات کسی کی عقل میں آسکتی ہے؟ خدا نے چیزوں کو پیدا کیا آدمی کو پیدا کیا۔ ان کا دل و دماغ۔ ہاتھ پاؤں پیدا کیا۔ لیکن ان کا فعل خدا کیسے پیدا کر سکتا ہے؟ خیر اور شر فعل (آدمی کے کام) کی صفت ہے۔ جیسے ایمان خیر ہے اور کفر شر ہے اسمیں ایمان اور کفر فعل ہیں اور خیر و شر انکی صفت ہے۔ تو کیا یہ ماننا چاہیئے کہ جو لوگ کافر ہوتے ہیں ان کے کفر کا خالق خدا ہے؟ پھر ابوجہل ابولہب وغیرہ کفار قریش کا کیا جرم تھا؟ کیا وہ اس وجہ سے کافر تھے کہ خدا نے ان کے کفر کو پیدا کیا تھا؟ کیا وہ اس وجہ سے مومن نہیں ہوئے کہ

خدا نے ان میں ایمان کو پیدا نہیں کیا؟ پھر بہشت دوزخ سب بیکار ہیں اور خدا کا نیکوکاروں کو جنت میں داخل کرنا اور گنہگاروں کو دوزخ میں ڈالنا ظلم ہے کیونکہ خدا ہی نے نیکوکاروں کے خیر (نیکی) کو پیدا کیا۔ نیکوکاروں نے خود کچھ کیا نہیں لہٰذا وہ کس وجہ سے اس انعام کے مستحق ہوئے؟ اور خدا ہی نے گنہگاروں کے شر (گناہوں) کو پیدا کیا گنہگاروں نے خود کچھ کیا نہیں تو وہ کس سبب سے اس سزا کے سزاوار ہوئے؟ حالانکہ خدا نے قران مجید میں ہزار بار فرمایا ہے کہ جو جیسا کرے گا ویسا پائیگا یعنی آدمی اپنے اعمال (خیر و شر) کا خالق خود ہے اس وجہ سے فرمایا ہے تبارک اللہ احسن الخالقین یعنی پاک ہے وہ اللہ جو سب پیدا کرنے والوں سے بہتر ہے (پ ع ۱)۔ اس آیہ میں خالقین جمع ہے خالق کی۔ اگر خدا کے سوا اور لوگ خالق نہیں ہوتے تو خدا خالقین کیوں فرماتا۔ کیا خالقین سے مراد آدمیوں جانوروں غلوں میووں کے پیدا کرنے والے ہیں؟ واضح ہے کہ ان سب کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہے پھر یہ خالقین کون ہیں جن سب سے بہتر خدا ہے؟ کیا اس کے سوا بھی کوئی معنی ہو سکتا ہے کہ ان خالقین سے مراد انسان ہیں جو اپنے فعل (خیر و شر) کے خالق ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ بندوں کے افعال خیر و شر کا خالق خدا نہیں ہے بلکہ خود بندے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ پر ماتم کرنا (۷) ساتویں سوال کے جواب میں حضرت امام حسینؑ پر ماتم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت حمزہ شہید ہوئے اور انصار کی عورتیں اپنے شہیدوں پر ماتم کرنے لگیں تو آنحضرت صلعم نے فرمایا اما عمی حمزۃ فلا بواکی لہ یعنی میرے چچا حمزہ پر کوئی روتا بھی نہیں ہے۔ انصار نے یہ سنکر اپنی عورتیں بھیج دیں جو جناب حمزہ کے گھر جا کر گریہ و بکا کرنے لگیں آنحضرتؐ نے سنا تو سب کو دعا دی (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۰۸ وغیرہ) بلکہ امام حسینؑ پر ماتم کرنا ایسی ضروری عبادت ہے کہ خدا نے فرشتوں کو مقرر کیا۔ جناب شیخ عبدالقادر جیلانی (بڑے پیر) نے تحریر فرمایا ہے ھبط علی قبر الحسین بن علی یوم اصیب سبعون الف ملک یبکون علیہ الی یوم القیامۃ یعنی امام حسینؑ کی قبر پر خدا کے حکم سے ستر ہزار فرشتے مقرر ہوئے کہ حضرتؑ پر قیامت تک روتے رہیں (غنیۃ الطالبین ص ۶۸۳) اس سے زیادہ تفصیلی بحث ہماری کتاب تصویر عزا میں موجود ہے۔ اس رسالہ میں گنجائش نہیں اس وجہ سے اتنے ہی پر اکتفا کی۔ یہ بھی خیال رہے کہ قران مجید نے عام مردوں اور شہیدوں میں بڑا فرق کیا ہے

کتابیں معتبر نہیں

(۸) آٹھویں سوال میں قابل اعتبار کتابوں کو دریافت کیا ہے اور بخاری شریف او ترمذی شریف کے صحیح ہونے کی دلیل پوچھی ہے۔ جواب میں کوئی دلیل نہیں دی کہ وہ کتابیں کیوں معتبر اور صحیح ہیں۔ کیا صحیح بخاری صحیح ہو سکتی ہے جس میں یہ حدیث بھی ہے

عن عمرو بن میمون قال رأیت فی الجاھلیۃ قردۃ اجتمع علیھا قردۃ قد زنت فرجموھا فرجمتھا معھم یعنی عمرو بن میمون بیان فرماتے تھے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندریا پر جس نے زنا کیا تھا بہت سے بندر جمع ہیں اور اس کو سنگسار کر رہے ہیں تو میں نے بھی اس کو سنگسار کیا (صحیح بخاری پ ۱۵ ص ۲۴۳) زنا آدمی کا فعل ہے اور سنگساری صرف اسلام کا حکم ہے۔ کافروں تک میں یہ سزا نہیں تھی مگر صحیح بخاری کہتی ہے کہ بندریا بھی زنا کرتی ہے اور بندر اسکی سزا میں اس کو سنگسار کرتے ہیں۔ کسی عقل میں یہ بات آسکتی ہے؟

بڑے پیر صاحب کی کرامت

(۹) نویں سوال کا جواب عجیب غریب ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ بڑے پیر صاحب کی یہ کرامت صحیح ہے یا نہیں اور جواب یہ دیا کہ "بڑے پیر صاحب نے اپنی کتابوں میں اپنے ہاتھ سے یہ واقعہ نہیں لکھا"۔ اگر یہی اصول ہے تو حضرت علیؑ نے بھی اپنے ہاتھ سے اپنی کرامتوں اپنے فضائل کو نہیں لکھا تو ان کے فضائل کو بھی نہ مانئے۔ بلکہ حضرت ابوبکر و عمر نے اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا کہ وہ خلیفہ رسول تھے تو ان کو خلیفہ بھی نہ مانئے۔ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے کو زوجہ رسولؐ نہیں لکھا تو ان کو زوجہ رسولؐ بھی نہ مانئے۔ کیا خوب دلیل ہے۔ اچھا یہ فرمائیے کیا بڑے پیر صاحب نے اپنے ہاتھ سے یہ لکھا ہے کہ آپ لوگ انکو بڑے پیر مانا کریں؟ کیا انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے کہ وہ گیارہویں تاریخ کو انتقال کرینگے اور آپ لوگ گیارہویں شریف منایا کریں؟ کیا انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے کہ وہ بغداد میں انتقال کرینگے اور آپ لوگ انکی زیارت کو بغداد شریف جایا کریں؟ یہ اصول قائم ہے تو مذہب کی کون بات ثابت ہو سکتی ہے؟

سنت مذہب اہل کب سے ہے؟

(۱۰) دسویں سوال کا جواب بھی نہیں دیا گیا۔ سوال تو یہ کیا گیا کہ سنت و الجماعۃ کب سے شروع ہوئی؟ پیغمبر صاحب کے زمانہ سے ہے یا بعد سے جواب میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ مذہب اہل سنت کب سے شروع ہوا مگر تاریخیں بتاتی ہیں کہ زمانہ رسولؐ میں اس مذہب کا وجود قطعاً نہیں تھا بلکہ معویہ کے زمانہ میں اسکی ایجاد ہوئی (ملاحظہ ہو

تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۲ مطبوعہ دہلی) آنحضرت صلعم کے زمانہ میں صرف مذہب شیعہ تھا۔ اس وجہ سے حضرت نے صاف فرمادیا تھا کہ نجات پانے والا فرقہ صرف شیعہ ہے علماء اہلسنت نے تصریح لکھا ہے:-

فاقبل علی فقال النبی والذی نفسی بیدہ ان ھذا وشیعتہ لھم الفائزون یوم القیامۃ

یعنی حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں حضرت علیؑ آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم یہ اور انکے شیعہ ہی نجات پانے والے ہیں (تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۳۷۹)

لطف بندگی

سید زوار حسین صاحب زوار مرزاپوری آنریری سکرٹیری انجمن امامیہ مرزاپور مصنف مثنوی سحاب رحمت و فلسفہ حیات وغیرہ

جب ہر طرف جہاں میں سناٹا ہو گیا ہو
دریا سکوں میں ہو سبزہ بھی سو رہا ہو

آنکھیں جھپک رہے ہوں جب آسماں پہ تارے
روپوش چاندنی ہو خاموش جب فضا ہو

آجائیں جب کمر تک لیلائے شب کی زلفیں
مجنون روز فطرت بیہوش ہو چکا ہو

ٹپ ٹپ ٹپک رہے ہوں شبنم کے جب کہ آنسو
کروٹ بدل بدل کے عاشق بھی سو گیا ہو

آتی ہو ششش جہت سے آوازیں سائیں سائیں
بیمار سوز غم کا جب دم نکل رہا ہو

چھالوں کی جب ٹپک بھی خود یاؤں پڑ چکی ہو
داغ جگر سے سوزش دل جذب کر چکا ہو

بادِ صبا کے جھونکے چل چل کے رُک گئے ہوں
خود سے چراغ تربت جل جل کے بجھ چلا ہو

رو رو کے شمع محفل خاموش ہو چکی ہو
پروانوں کا زمیں پر اک کھیت سا پڑا ہو

تربت پہ جب کسی کی ہو نوحہ خواں نہ کوئی
اشکوں کی جب کہ چادر عاشق چڑھا چکا ہو

جب ڈھونڈ کر نظیریں قانون داں تھکے ہوں
آرام کرسیوں پر آرام لے لیا ہو

بیمار پا گیا ہو دم بھر کو جب کہ راحت
تیمار دار بھی جب بالیں پہ سو گیا ہو

دنیا کا ذرہ ذرہ ہو محو خواب راحت
جب کوئی آشنا ہو نا غیر آشنا ہو

جب تیسرا نہ کوئی بیدار ہو کہیں پر
تب لطف بندگی ہے بندہ ہو اور خدا ہو

تراویح بدعۃ ہمارے دوست عبدالشکور صاحب اڈیٹر اخبار النجم لکھنؤ نے النجم مورخہ ۲ ماہ صیام ۵۴ھ میں تراویح کے متعلق وہی دعویٰ کیا ہے جیسا مرزا حیرت دہلوی کرتے تھے۔ لکھتے ہیں:۔
تراویح خود آنحضرت صلعم نے بھی پڑھی ہے اور صحابہ کرام نے بھی" کیا عبدالشکور صاحب بتاسکتے ہیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے کب اور کہاں تراویح پڑھی۔ عالم واقعی میں یا عالم خواب و خیال میں؟ کیا کسی کتاب میں اس کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم نے تراویح پڑھی؟ کیا کسی شخص نے بھی آنحضرت کو تراویح پڑھتے دیکھا ہے؟ عبدالشکور صاحب کی عقل پر ہمیں بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ ہمارے دوست نے اس آیت کو پیش کیا ہے الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ یعنی وہ لوگ جن کو ہم زمین میں جاد ینگے تو وہ نماز قائم کرینگے اور زکوٰۃ دیں گے۔ کیوں جناب اس سے تراویح کی اجازت کیوں کر ثابت ہوئی۔ جو نماز عہد رسولؐ میں تھی وہ مراد ہے یا ہر وہ نئی نماز اس میں داخل ہوجائیگی جو کوئی بھی مسلمان حاکم رائج کردے؟ اگر آج سلطان ٹرکی ماہ صفر میں ہر رات کو خاص نماز کی بدعۃ جاری کریں تو کیا وہ بھی اسی آیت کے مطابق صحیح ہوجائیگی؟ یا امیر کابل شب میں کسی نماز کی بدعۃ قائم کردیں تو کیا وہ بھی اسمیں داخل ہوجائیگی؟
تراویح کا حضرت عمر کی ایجاد ہونا تو یقینی ہے۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے:۔ ھو اول من سن قیام شھر رمضان یعنی حضرت عمر اول وہ شخص ہیں جنھوں نے تراویح کی ایجاد کی (تاریخ الخلفاء صـ۹۳)
اور جناب مولوی شبلی صاحب نعمانی نے لکھا ہے "حضرت عمر نے ہر صیغہ میں جو جو باتیں نئی ایجاد کیں اُن کو مورخین نے یکجا لکھا ہے اور ان کو اولیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اُن کے حالات کو انہی اولیات کی تفصیل پر ختم کرتے ہیں کہ اول باآخر نسبتے دارد .... (۳۳) فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم اضافہ کیا (۴۳) نماز تراویح جماعۃ سے قائم کی" (الفاروق جلد ۲ صـ۳۰۱)۔ رہا اس کا بدعۃ ہونا تو خود حضرت عمر نے اس کو بدعۃ فرمایا ہے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے فقال عمر نعمت البدعۃ ھذہ یعنی یہ اچھی بدعۃ ہے (ازالۃ الخفا مقصد ۲ صـ۹۶) اور جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے "حدیث میں ہے کل بدعۃ ضلالۃ یعنی ہر بدعۃ گمراہی ہے (انوار اللغۃ پ ۲ صـ۱۹)۔ جب تراویح بدعۃ ہے اور حدیث حضرت رسولخدا صلعم ہے کہ ہر بدعۃ گمراہی ہے تو نتیجہ صاف ہے کہ تراویح بھی گمراہی ہے جس سے خدا ہر شخص کو بچائے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولؐ جو نماز دوسرے مہینوں میں پڑھتے اس سے زیادہ ماہ رمضان میں نہیں پڑھتے تھے (صحیح بخاری پ ۵ صـ۶۰) اس سے بھی تراویح کا باطل ہونا واضح ہے۔

مسئلہ لف حریر

عوام اہلسنت کی کچھ ایسی خراب حالت ہو گئی ہے کہ ان بیچاروں سے نچلے بیٹھکر روٹی ہضم ہی نہیں ہوتی۔ کلیلیں سوجھتی ہیں۔ امن وصلح کے ساتھ زندگی بسر کرنی بھی نہیں جانتے۔ شیعوں سے چھیڑ کھانی کرکے اپنی پردہ دری کراتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ مولوی عبدالعزیز۔ مولوی مہدی علے۔ مولوی جہانگیر خاں اور مولوی حیدر علے فیض آبادی شیعوں سے چھیڑ کرکے کیا فیض کو پہونچے جو ہم پہونچیں گے۔ بیچارے اٹاوہ کے کاریگرنے کیا کمایا جو ہم کمائیں گے اور کچھ نہیں تو اب مسئلہ لف حریر کو جو خود ان کے مذہب کا مسئلہ ہے بیچارے شیعوں کے سر تھوپنا شروع کر دیا۔ حالانکہ شیعوں کی کتب میں اس کا پتہ بھی نہیں۔ ورنہ سنی صاحب کسی شیعہ مذہب کی کتاب کا پتہ دیں کہ فلاں کتاب میں فلاں صفحہ میں یہ عبارت درج ہے سنیوں کی کتابوں سے ہم نقل کئے دیتے ہیں مقابلہ کر دیکھئے۔

(۱) جامع الرموز مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ جلد اول صفحہ ۲ مبحث غسل۔ لو لف الحشفة بثوب اوغیرہ لم یجب الغسل کما فی الجلالی یعنی اگر سر ذکر پر کپڑا یا کوئی اور چیز (جیسے حریر) ملفوف کرکے جماع کرے تو اُس پر غسل واجب نہ ہوگا۔

(۲) جامع الرموز جلد اول مبحث صوم صفحہ ۱۵۶ لو لف ذکرہ بخرقة مانعة للحرارة لم یکفر کما فی المنیہ یعنی اگر عضو تناسل پر ایسا کپڑا لپیٹ کر جماع کرے جس سے حرارت مقام مخصوص کی محسوس نہ ہو تو اُس پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔

(۳) فتاوے برہنہ مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۱۹۔ اگر خرقہ بر ذکر پیچیدہ در آورد اگر نرم باشد قضا است واگر درشت بود قضا وغسل لازم نہ۔ کمافی المجموعہ۔

(۴) در المختار مطبوعہ نول کشور جلد اول صفحہ ۱۲۔ او لف الحشفة او قدرها ملفوفة بخرقة ان وجد لذة الجماع وجب الغسل والا لا علے الاصح اگر سر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر دخول کیا جائے تو اصح یہ ہے کہ اگر لذت جماع کی پائے تو غسل واجب ہے ورنہ نہیں۔

(نوٹ) (۵) بحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ کتاب النکاح۔ ولو جامعها بخرقة علے ذکرہ لم یثبت الحرمة کما فی الخلاصة۔ یعنی اگر عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر عورت سے

جماع کرے تو حرام نہیں ہے۔
(۶) فتاویٰ عالمگیری مبحث غسل ۔ و لو لف علیٰ ذکرہ خرقة و اولج ولم ینزل قال بعضھم یجب الغسل و قال بعضھم و ھو الاصح ان کانت الخرقة رقیقة بحیث یجد حرارة الفرج و اللذة وجب الغسل و الا فلا یعنی اگر ذکر پر لتہ لپیٹ کر دخول کرے اور منزل نہ ہو تو بعضوں نے کہا ہے کہ غسل واجب ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے اور یہی صحیح ہے کہ اگر کپڑا باریک ہے کہ جس سے لذت و حرارت محسوس ہو تب تو غسل واجب ہوگا اور اگر نہیں تو نہیں ۔ بحر الرائق اور فتاویٰ عالمگیری اس وقت میرے پاس موجود نہیں لہٰذا صفحہ کا حوالہ نہ دے سکا ۔ ان دونوں کی عبارت اپنے ایک مسودہ سے نقل کی ہے۔
میں ہرگز اس قسم کے مضامین تحریر کرنے پسند نہیں کرتا مگر کیا کروں شیعوں کے پاک مذہب کی بدنامی تو نہیں دیکھی جاسکتی ۔ الزام اور اتہام کی برداشت تو نہیں ہوسکتی ۔ آج کو اپنی مستورات کے ساتھ مسئلہ لف حریر پر شیعوں کو عامل بنایا تھا کل کو محرمات سونپ دینگے تو شیعہ کیسے قبول کرلیں گے ۔ اُن کے ہاں جائز ہے ہوا کرے جیسا کہ میں اُنکی کتب کے حوالہ سے لکھتا ہوں ۔
(۱) در المختار مطبوعہ نول کشور جلد دوم ص ۸۵ ولا حد ایضاً بشبہة العقد ای عقد النکاح عند الامام کوطی محرم نکحھا ۔ یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقد کے شبہ سے بھی حد جاتی رہتی ہے ۔ مثلاً کسی محرم سے نکاح کرکے جماع کرنا (کہ اس پر حد لازم نہیں ہوتی)
(۲) ہدایہ قلمی کتاب الحدود ۔ باب الذی یوجب الحد و الذی لا یوجبہ ۔ و من تزوج امرأة لا یحل نکاحھا فوطیھا لا یجب علیہ الحد عند ابحنیفہ ۔ اگر کوئی شخص اپنی محرمات کے ساتھ نکاح کرے اور ان کے ساتھ صحبت کرے تو ابوحنیفہ کے نزدیک اُس کو حد نہ مارنا چاہیئے۔
(۳) شرح وقایہ فارسی مطبوعہ نول کشور جلد اول ص ۱۵۵ ۔ و اگر وطی کرد بنکاح مرد نے زنرا کہ نکاح دے اورا حلال نبود نزدیک امام بروے حد لازم نہ شود ۔

(۴) ملتقی الابحر بر حاشیہ شرح وقایہ فارسی مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۵۵ ولا (یوجب الحد بوطی محرم تزوجہا) یعنی اگر کسی محرم سے نکاح کر کے اُس سے جماع کرے تو حد واجب نہیں ہوتی۔

(۵) کنز فارسی مطبوعہ مطبع نول کشور صفحہ ۱۱ اگر زنے را از محارم نکاح کرد و وطی کرد یا غیر اجنبیہ درغیر فرج وطی کرد حد واجب نیاید۔

دیکھئے یہ ہوتا ہے نتیجہ چھیڑ خانی کا۔ کیوں ایک کہے جو دو سُنے۔

شیعوں میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ صلح پسند ہیں اور چونکہ الفتنۃ اشد من القتل کو خوب سمجھے ہوئے ہیں۔ کبھی اپنی طرف سے فتنہ و فساد کی باتیں نہیں نکالتے جہاں تک ممکن ہوتا ہے تحمل و بُردباری سے کام لیتے ہیں لیکن جب حریف البادی اظلم بن کر سر ہی پر چڑھا آتا ہے اور خواہ مخواہ زار کرنا شروع کر دیتا ہے تو دبے پیر تو چیونٹی بھی کاٹتی ہے یہ بھی نہیں چوکتے۔

مسلمانو! باہمی تعصب کو بنی امیہ و بنی عباس کے قبرستان میں گاڑو و شیعہ سنی دونوں مسلمان ہیں۔ وحدانیت بعث اور معاد دونوں کے قائل ہیں۔ پھر غور کرو کہ مسلمانوں کو ستانے اور قتل کرنے والے کی نسبت خدا اے تعالےٰ نے کیا فرمایا ہے۔ اب بنی امیہ اور بنی عباس کا زمانہ نہیں ہے جنہوں نے حطام دنیوی کے لالچ میں دین کو دنیا کی عوض بیچ ڈالا اور اپنی رعایا کو ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ اب گورنمنٹ انگلشیہ کا بے تعصبی اور عدل کا زمانہ ہے۔ مذہبی آزادی حاصل ہے تحقیق کرو اور حق کو اختیار کرو۔ جو بات ثابت ہو سمجھو سمجھاؤ اُسی طرح جس طرح ہمارے آقا ہمارے مولا ہمارے پیشوا رسول اللہ صلعم اور ان کے برحق جانشین سمجھایا کرتے تھے۔ نرمی۔ ملائمت شفقت۔ محبت ہمدردی مانا مانا نہ مانا پڑے جہنم میں۔ خود خدا اے تعالےٰ رسول اللہ صلعم کی طرف مخاطب ہو کر فرماتا ہے فان تولوا فانما علیک البلاغ خدا کے کام میں فتنہ و فساد کا کیا کام۔ طعن و طنز سے کیا غرض۔ اپنی کرنی۔ اپنی بھرنی۔ ہمارے پیشواؤں نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ مسلمانو ایک دوسرے کا گلا کاٹ کر مر جانا۔ تباہ ہو جانا۔ فنا ہو جانا۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں منافق بھی تھے وہ نماز بھی پڑھتے تھے مگر آنحضرت صلعم نے کبھی اُنکے

واسطے کوئی جدا مسجد مقرر نہیں کی۔ اُن کو شریک جماعت ہونے سے نہیں روکا پھر مسلمانوں میں آپس میں یہ مغائرت اور یہ نفرت۔ ایک فریق کا آدمی دوسرے فریق والے کو اپنی مسجد میں نہیں دیکھ سکتا۔ کیا رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا تھا کہ میرے بعد سب اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جُدا چن لینا۔ مسلمانو تمہاری اس آپس کی مخالفت ہی نے یہ روز بد دکھایا ہے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ بڑے بڑے بادشاہ تمہارا نام سن کر کانپ اُٹھتے تھے سوتے سوتے جاگ اٹھتے تھے آج تمہاری یہ نوبت ہے کہ بنئے بقال تمہارا گریبان پکڑنے کو بلکہ گلا گھوٹنے کو تیار ہیں اور تم سوا سے رونے پیٹنے کے جو نالش کرنے کے معنی ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ تمہاری وہی حالت ہے جیسے بوڑھے ضعیف خصم کی نوجوان جورو کچھ اور نہیں کرتی۔ خدا کے واسطے مخالفت چھوڑو اور اتفاق پیدا کرو۔

والسلام علے من اتبع الھدا ے۔ ذاکر حسین جعفر

جناب سید خادم حسین صاحب گھڑی ساز بمبئی سے لکھتے ہیں کہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر کی کتاب النکاح صلا میں ہے فلو جامعھا بخرقۃ علے ذکرہ لم یثبت الحرمۃ کما فی الخلاصۃ۔

جناب سید تفضل حسین صاحب ۳۴۷۹ سہارن پور سے لکھتے ہیں جامع الرموز میرے پاس نہیں ہے اور فریق ثانی ہم لوگوں کو دیتے نہیں۔ ہاں مدرسہ اہل سنت میں جس وقت طالب علم ممیز ہو جاتا ہے اوس وقت اوس کو پڑھایا جاتا ہے غسل کا بیان۔ جن صورتوں میں غسل فرض نہیں وہ کتاب بہشتی گوہر صلا ۱۹ میں یہ درج ہے :-

مسئلہ۔ اگر کوئی مرد کسی کمسن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہیں بشرطیکہ منی نہ گرے اور وہ عورت اس قدر کم سن ہو کہ اوسکے ساتھ جماع کرنے میں خاص حصہ اور مشترکہ حصہ کے مل جانے کا خوف ہو۔ دویم اُسی کتاب کے صلا ۲ میں یہ مسئلہ بھی نظر سے گذرا مسئلہ کوئی مرد اپنے خاص حشفہ میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اس کی وجہ سے نہ محسوس ہو۔ اور کما فی خلاصہ نووی شرح صحیح مسلم یہ مسئلہ بھی درج ہے۔ اگر کوئی ذکر میں کپڑا لپیٹ کر کسی عورت سے جماع کرے تو اس

حرمت ثابت نہیں ہوتی اور دیگر مسئلہ کتاب کما فی المجموعہ میں یہ ہے اگر خرقہ بر ذکر پیچد و در آورد اگر نرم باشد قضا است و کفارت اگر درشت شود قضا و غسل لازم نہ۔

اور بہشتی گوہر میں یہ مسئلہ بحرالرائق سے نقل کیا گیا ہے جو ان کے ہاں بہت بڑی زبردست کتاب ہے مگر میں نے یہ مسئلہ خود اپنی آنکھ سے دیکھکر بہشتی گوہر کے حصہ گیارہ سے نقل کیا ہے۔

اور دیگر مسئلہ بہشتی زیور حصہ سویم سطر گیارہ میں یہ درج ہے کہ جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مرد اور عورت کا ساتھ لیٹنا ہاتھ لگانا پیار کرنا درست ہے۔ لیکن اگر جوانی کا اتنا جوش ہو کہ ان باتوں سے صحبت کرنے کا ڈر ہو تو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر کرے تو مکروہ ہے۔

اور بہشتی زیور حصہ چہارم صـ۲۷ میں یہ مسئلہ ہے میاں پردیس میں ہے اور مدت ہو گئی برسیں گذر گئیں گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تب بھی وہ لڑکا حرامی نہیں بلکہ اُس کے شوہر کا ہے اگر شوہر خبر پا کر لڑکے سے انکار کرے کہ میرا نہیں تو اس حالت میں شوہر پردیسی پر حکم شرع سے لعان کا ہوگا۔ مسئلہ دویم نکاح ہو گیا لیکن ابھی لڑکی رخصت نہیں ہوئی یعنی شوہر کے گھر کا منہ نہیں دیکھا اور لڑکا پیدا ہو گیا تو لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں اگر انکار کرے تو اس پر بھی لعان ہوگا۔

اصلاح میں نے یہ عبارتیں ان خطوط کی اس غرض سے لکھیں کہ معلوم ہو ہماری معزز قوم شیعہ کو کس قدر واقفیت رہتی ہے کہ باوصفیکہ یہ لوگ نہ عالم ہیں نہ فاضل مگر ایسی نظر وسیع رکھتے ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ کوئی شیعہ مذہب حق سے منحرف ہو جبکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ ان کے مخالفین نے کس طرح اسلام کو خراب برباد کیا ہے کہ جو مسئلہ ایجاد کیا خلاف حکم خدا و رسول۔

اس پر یہ زبردستی کہ ایسے مسائل کو وہ معاذاللہ شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جس پر بجز لعنة اللہ علی الکاذبین پڑھنے کے کیا کہہ سکتے ہیں[1] منقول از اصلاح جلد ۵

[1] چونکہ بعض مقام سے مسئلہ لفہ تحریر کے پرچے کو طلب کیا گیا ہے اور اب یہ دفتر میں موجود نہیں ہے۔ اس وجہ سے سابق جلد سے یہ مضمون نقل کیا گیا تاکہ عام مومنین باخبر ہوں

روزے کی عجیب باتیں

حضرات اہلسنت کی کتابوں میں بعض ایسی عجیب غریب احادیث ملتی ہیں جن کے سمجھنے میں انسانی عقل بہت کوشش کرتی ہے جب بھی کامیاب نہیں ہوتی۔ مثلاً:-

دو عیدین ناقص نہیں ہوتیں یہ حدیث قابل غور ہے کہ علامہ علی متقی نے لکھا ہے:- شہرا عید لا ینقصان فی کل واحد منہما عید رمضان و ذوالحجہ (کنز العمال جلد ۴ ص ۳۰۳) عید کے دونوں مہینے (تیس دن سے) کم نہیں ہوتے۔ ایک ماہ رمضان دوسرا ماہ ذوالحجہ۔

امام بخاری نے بھی لکھا ہے عن النبیؐ قال شہران لا ینقصان شہرا عید رمضان و ذوالحجہ یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جن دو مہینوں رمضان اور ذی الحجہ میں عید پڑتی ہے وہ ناقص نہیں ہوتے (صحیح بخاری کتاب الصوم ص ۲۵) اسکی شرح میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:- لا یکون رمضان ولا ذوالحجہ ابدا الا ثلاثین یعنی ماہ رمضان اور ذی الحجہ ہمیشہ تیس ۳۰ ہی دن کے ہوں گے اس سے کم نہیں ہوسکتے (فتح الباری پارہ ۷ ص ۲۵) معاذ اللہ کیا حضرت رسولخدا صلعم ایسی غلط اور بداہتًہ باطل بات ارشاد فرما سکتے ہیں؟ دنیا جانتی ہے کہ دونوں مہینے کبھی ۲۹ دن کے ہوتے ہیں کبھی ۳۰ کے۔

دو مہینے ناقص نہیں ہوتے یہ حدیث بھی ہے لا یتم شہران ستین یوما یعنی کوئی دو مہینے ۶۰ دن تمام نہیں ہوتے (کنز العمال جلد ۴ ص ۳۰۳) اس حدیث کا مطلب بھی واضح نہیں ہوتا۔ علمائے اہلسنت اس سے مطلع فرماتے تو بڑا اشکال رفع ہوتا ورنہ آریہ اور عیسائی ان احادیث سے اعتراض کرینگے تو اسلام کی بدنامی ہوگی

کوئی ماہ حرام ۳۰ دن سے کم نہیں ہوتا یہ حدیث بھی قابل ملاحظہ ہے:- کل شہر حرام لا ینقص ثلثین یوما و ثلثین لیلۃ۔ ماہ حرام کا کوئی مہینہ ۳۰ دن اور ۳۰ راتوں سے کم نہیں ہوسکتا (کنز العمال جلد ۴ ص ۳۰۳) تمام عالم باخبر ہے کہ شہر حرام چار مہینے ہیں ذو القعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب۔ ان کے بارے میں

(معاذ اللہ) حضرت رسولخدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سب مہینے ہمیشہ ۳۰ دن ہی کے ہونگے ۲۹ دن کے کبھی نہیں ہوسکتے۔ کیا کبھی یہ قول سچا ثابت ہوا؟ کیا کسی سال کے بارے میں بھی کوئی ثبوت مل سکتا ہے کہ اس میں یہ چاروں مہینے ۳۰۔ ۳۰ ہی دن کے ہوئے اور کبھی ۲۹ دن کا کوئی مہینہ نہیں ہوا۔

حضرت عائشہ و حفصہ کا روزہ

عن عائشة قالت كنت انا وحفصة صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فاكلنا منه فقال رسول الله اقضيا يوما آخر مكانه۔ یعنی حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ میں اور حفصہ روزے سے تھیں تو ایک کھانا سامنے آیا جسکی ہم دونوں کو خواہش ہوئی بس فوراً ہم لوگوں نے (روزہ چھوڑکر) اس کو کھالیا۔ حضرت رسولخدا صلعم کو خبر ہوئی تو فرمایا اسکے عوض تم لوگوں کو دوسرا روزہ رکھنا ہوگا (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۰۴)

روزہ کی عیاشی

ایک طرف تو حضرت رسولخدا صلعم نے یہ ارشاد فرمایا ہے الصيام جنة فلا يرفث ولا يجهل وان امرأ قاتله او شاتمه فليقل انى صائم مرتين یعنی روزہ ایک سپر ہے اس میں عیاشی نہ کرو اور جاہل نہ بنو اور اگر کوئی تم سے قتال کرے یا تم کو گالی دے تو اس کا کوئی جواب دو بلکہ دو مرتبہ کہدو کہ میں روزے سے ہوں (جلد ۴ صفحہ ۲۹۳) فمن اصبح صائما فلا يجهل يومئذ فاذا امرأ جهل عليه فلا يشتمه ولا يسبه وليقل انى صائم یعنی جو شخص روزہ رکھے وہ جہالت کا کام نہ کرے اور اگر کوئی شخص اسکے خلاف جہالت کو اختیار کرے تو وہ نہ اس کو گالی دے نہ اس سے بدزبانی کرے بلکہ کہے کہ میں روزے سے ہوں (صفحہ ۲۹۲)

خمس يفطرن الصائم وينقضن الوضوء الكذب والغيبة والنميمة والنظر بشهوة واليمين الكاذبة۔ پانچ باتوں سے روزہ اور وضو ٹوٹ جاتا ہے جھوٹ۔ غیبت۔ چغل خوری۔ بیوی کی طرف شہوت کی نظر کرنا اور جھوٹی قسم کھانا (صفحہ ۳۰۴)

اور دوسری طرف یہ حکم ہے كل شئ للرجل حل عن المرأة فى صيامه ما خلا ما بين رجليها یعنی مرد کے لئے اسکے روزے کی حالت میں اسکی عورت سے ہر قسم کی لذت اٹھانا حلال ہے سوا اس لذت کے جو اسکی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (صفحہ ۳۰۴)

یعنی بیوی کو شہوت سے دیکھنے پر تو روزہ ٹوٹ جائیگا لیکن اسکے ساتھ اور سب عیاشی کرنا حلال ہے (صرف اسکی دونوں ٹانگوں کے درمیان جو ہے اس سے بچنا چاہیئے)

جمعہ کو روزہ نہ رکھو

حضرت رسولخدا صلعم نے معاذاللہ فرمایا لا تصوموا یوم الجمعۃ وحدہ یعنی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو۔ لا تختص لیلۃ الجمعۃ لصلوٰۃ ولا یومہا لصیام یعنی جمعہ کی رات میں نماز پڑھنے اور اسکے دن میں روزہ رکھنے کی خصوصیت نہ برتو لا تصم یوم الجمعۃ الا فی ایام ہو احدھا یعنی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو سوا اس جمعہ کے جو روزے کے دن میں پڑے۔ یعنی ماہ صیام میں جو جمعہ پڑے اس میں روزہ رکھو۔ اسکے علاوہ گیارہ مہینوں کے جمعہ کو روزہ رکھنا حرام سمجھو۔

حضرت عمر کا علم ہیئت

یہ روایت بھی نہایت عجیب و غریب ہے۔ علامہ ممدوح لکھتے ہیں:۔ بلغ عمران قوما رأوا الھلال بعد زوال الشمس فافطروا فکتب الیھم یلومھم فقال اذا رأیتم الھلال قبل زوال الشمس لتمام ثلثین فافطروا واذا رأیتموہ بعد زوال الشمس فلا تفطروا۔ یعنی حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے ماہ رمضان کی ۳۰ر تاریخ کو دوپہر کے بعد (یعنی غروب آفتاب سے کچھ قبل) چاند دیکھا تو روزہ کھول دیا۔ اس پر آپ نے ان لوگوں کو حکم نامہ لکھا کہ جب تم لوگ ماہ رمضان کی ۳۰ر تاریخ کو دوپہر (۱۲ بجے دن) سے پہلے چاند دیکھو تو روزہ کھول دیا کرو لیکن اگر دوپہر کے بعد چاند دیکھو تو روزہ نہ کھولنا بلکہ پورا کرنا۔ (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۵)۔ کیا کوئی صاحب بتا سکتے ہیں کہ ابتدائے عالم سے اس وقت تک کبھی بھی ۳۰ر تاریخ کو چاند دوپہر سے پہلے دکھائی دیا ہے۔ اور کیا کسی اصول سے اس روز دوپہر سے پہلے چاند نظر آسکتا ہے؟

حضرت عمر کا فتویٰ

ان عمر اجاز شہادۃ رجل واحد فی رویۃ الھلال فی فطر واضحی۔ یعنی حضرت عمر نے عید فطر اور عید اضحیٰ کے لئے اجازت دی کہ ایک شخص بھی چاند دیکھنے کی گواہی دے تو مان لو اور عید منا دو (صفحہ ۳۲۵)۔ حالانکہ ایک شخص کی گواہی پر رویت تسلیم نہیں کی جاتی ہے۔ اوپر والی عبارت کے چند ہی سطروں

کے بعد یہ بھی ہے عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الی معویة بالشام قال فاستهل علی هلال رمضان وانا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة ورأه الناس وصاموا وصام معویة فقدمت المدینة فی آخر الشهر فسألنی عبد اللہ بن عباس متی رأیتم الهلال قلت لیلة الجمعة قال لکنا رأیناه لیلة السبت فلا نزال نکمل ثلاثین او نراہ ۔ فقلت الا نکتفی برویة معویة وصیامه فقال لا هکذا امرنا رسول اللہ صلعم یعنی کریب بیان کرتے تھے کہ ام الفضل دختر حارث نے مجھے شام میں معویہ کے پاس بھیجا جب میں شام میں موجود تھا تو لوگوں نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا میں نے بھی دیکھا اور سب لوگوں نے روزہ رکھا معویہ نے بھی روزہ رکھ لیا ۔ اسی وقت میں واپس چلا تو مہینہ کے آخر میں مدینہ پہونچ گیا ۔ یہاں حضرت عبد اللہ بن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا تھا میں نے کہا جمعہ کی رات کو یعنی شعبان کی ۲۹ شام کو ۔ انھوں نے کہا لیکن ہم لوگوں نے ہفتہ کی رات شعبان کی ۳۰ شام کو دیکھا تھا ۔ اب اگر ہم اس ماہ کی ۲۹ کو چاند دیکھ لیں گے تب تو اسکے بعد عید منائیں گے نہیں تو پورے ۳۰ روزے رکھیں گے ۔ میں نے کہا کیوں کیا ہمارے آپ کے لئے یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ معویہ نے اس ماہ صیام کا چاند جمعہ کی رات (۲۹ شعبان) ہی کو دیکھا تھا اور اسکے بعد ہی سے وہ روزہ رکھنے لگے ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس نے کہا نہیں وہ مجھے کافی نہیں ہے ، ہمیں حضرت رسولخدا صلعم نے ایسا ہی حکم دیا ہے (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۶)

راقم محمد باقر متعلم مدرسہ ایمانیہ بنارس

مناظرہ حسو بلیل ضلع جھنگ

تمہید :- (۱) یہ مناظرہ مابین شیعہ و سنی حسب عہدنامہ محررہ ۵/۹/۳۵ ۲ موضوع نماز پر بمقام حسو بلیل ضلع جھنگ مورخہ ۹/۳۵/۲۰ کو ہونا قرار پایا ۔ شیعہ کھلے ہاتھ نماز اور جان بوجھ کر بے عذر شرعی بندھے ہاتھ نماز پڑھنے والا دوزخی ہے ۔ اور چوتھی تکبیر جنازہ سنی میں میت کی مخصوص دعا نہیں ہر سہ کا ثبوت قرآن سے دینگے ۔ سنی تردید اور کسی نبی کا ہاتھ بندھے نماز پڑھنا قرآن سے دکھائیں گے ۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین سنی کا حکم مانا جائیگا ۔ تاریخ مقررہ پر جس فریق کا مناظر نہ آیا ۔ یا مناظرہ نہ کیا ۔ یا ہار گیا تو غالب فریق کا مذہب اختیار کرنے کے

علاوہ تاوان بھی دیگا۔ بوجہ وقفہ سالم ماہ گرد و نواح میں کافی شہرت ہو چکی تھی۔ یہ مناظرہ شیعہ عالم مولٰنا سید فضل حسین صاحب قبلہ مبلغ تبلیغ الاسلام کانفرنس احمد آباد ضلع جہلم (پنجاب) کے ساتھ ہوا۔

سُنّی مُلّا (۲) سنی حضرات اپنے مشہور ملا چراغ دین ریتڑی ضلع شاہ پور کو برائے مناظرہ ۵/۹ کو لائے۔ جب تک ادھر سے کوئی نہ آیا تو وہ اکڑ کر کہتے رہے کہ کوٹھے اور مراد شیعہ کے گھر وعظ کروں گا۔ جب مولٰنا سید ضمیر الحسن صاحب قبلہ مدرس باب العلوم ملتان اور مولٰنا عبد العلی صاحب مدرس دار العلوم بدھ رحیانہ مع طلبہ آ گئے تو کہا میرا مناظرہ سید فضل حسین مبلغ سے ہے۔ بفضل خدا آدھ گھنٹہ بعد وہ بھی تشریف لائے۔

جلوس (۳) مبلغ صاحب کے تشریف لانے پر مومنین نے علماء کرام کا شاندار جلوس قصائد خوانی اور نعرہ ہائے یا علیؑ کے ساتھ مع علم حضرت عباس نکالا اور آتشبازی سے سلامی اتاری۔

یوم مناظرہ (۴) کو ملا چراغ دین صاحب سنی بہزار کوشش و منت میدان مناظرہ چاہ بڈھا پر نہ آئے۔ اصل میں مبلغ صاحب قبلہ کا نام سنکر ہی پارسال کے مناظرہ ساجر کی یاد میں دم بخود ہو چکے تھے۔ کیونکہ وہاں حضرت قبلہ مبلغ صاحب سے اسی موضوع پر مناظرہ ہارے اور تمام بستی شیعہ ہوئی۔ یہ مناظرہ ۱/۳۴ ۳۰ کو ہو کر چند دن بعد درنجف سیالکوٹ میں شائع بھی ہوا۔ ادھر سے مولٰنا شیخ جواد حسین صاحب واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے پہنچنے پر اوسان خطا ہو گئے میدان میں نہ آئے۔ قبلہ فضل حسین صاحب مبلغ مدظلہ نے موضوع مناظرہ پر کامل چار گھنٹہ بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ مجمع ایک ہزار کا ہوگا۔

ٹال مٹول (۵) سنی ملا نے یوں کی کہ پولیس نہیں ہے۔ جب پولیس آ گئی تو کہا بانی کوئی نہیں۔ جب بانی سنی حسین خاں بلوچ اور شیعہ نذر محمد خاں بی۔ اے ایل ایل بی وکیل جھنگ تحریراً مقرر ہو گئے تو شیعہ مولوی صاحبان علی الصباح آٹھ بجے مع جماعت مومنین میدان میں ڈٹ گئے۔ شیعہ مناظر فخر قوم مولٰنا سید فضل حسین صاحب قبلہ شیرازی متوطن کوٹلہ سیداں احمد آباد ضلع جہلم مقرر ہوئے۔ مولٰنا سید ضمیر الحسن صاحب قبلہ اور مولٰنا شیخ جواد حسین صاحب واعظ دائیں جانب اور مولٰنا عبد العلی صاحب مع طلبہ بائیں جانب بطور معاون بیٹھے۔

روباہ چال

(۶) سینوں نے اپنے ملا سے صاف کہدیا کہ مسجد سے باہر نکل کر مناظرہ کرو۔ ورنہ ہم شیعہ ہوتے ہیں انھوں نے رقعہ لکھا کہ اس قرآن کی تصدیق میں کسی امام کا قول پیش کرو۔ ادھر سے کہا گیا کہ دوصد روپیہ امانت رکھواؤ اور دیکھو۔ اس پر خاموشی اختیار کی اور بھاگ کر موٹر پر سوار ہوگئے۔ ہمارے مولوی صاحب مع مومنین ڈیڑھ میل موٹر کے اڈے تک کتابیں لے کر پیچھے گئے کہ دوصد روپیہ نہیں تو مفت میں قول تو دیکھتے جاؤ ملا نے موٹر ڈرائیور سے کہا کہ موٹر تیز دوڑا لی اور چلتے بنے ان یں یل ون ۱۲ فرا ۱۷

نتیجہ مناظرہ

(۷) مندرجہ ذیل آدمیوں نے ان کی شکست مانتے ہوئے شیعہ ہونے کا اعلان کیا (۱) علی محمد ولد عنایت چمڑ سکنہ کندیوالی ۔۲۔ وریام ترکھان ۔۳۔ سوہارا ولد عنایت ۔۴۔ بگا ماں ۔ ۵۔ شہامند ۔ ۶۔ سوہارا حجام سکنائے حستوبلیل ۔ ۷۔ رمضان مجاور خانقاہ اٹھارہ ہزاری ۔ ۸۔ برادر بکھو خاں بلوچ سکنہ روڈو سلطان ۔ ۹۔ احمد بخش ۔ ۱۰۔ نور محمد پسران سلطان ۱۱۔۱۲ دو آدمی موضع برٹی اور ۱۳ تا ۱۶ چار آدمی موضع لشاریاں کے جن کا نام مصلحتاً نہیں لکھا۔ ان کے علاوہ سینکڑوں آدمی شیعیت کے قریب ہوگئے ان کی استقامت کے لئے دعا فرمائیے۔ اگر کسی دشمن کو شک ہو تو ان سے بہ پتہ ذیل حستوبلیل ضلع جھنگ خط لکھکر پوچھ لے۔

شکریہ

(۸) مخدوم نذر حسین صاحب قریشی کچھی کے راجہ اور رئیس ضلع جھنگ کو خدا تعالےٰ معہ فرزندان ہمیشہ ہر میدان میں سرخرو کرے کہ ما غریبان کی مدد کی عین اس وقت جب کہ محمد نواز قریشی دشمن کے فریب میں پھنس رہے تھے۔ محمد نواز قریشی کے لئے دعا کریں کہ آیندہ کبھی دنیا کی ممبری کو دین پر مقدم نہ سمجھیں۔ علماء کرام مدرسۃ الواعظین لکھنؤ اور تبلیغ الاسلام کانفرنس کو خدا ترقی دے۔

قابل یادعرض

(۹) جب کہیں شیعیان علی کو دشمن سے مناظرہ آپڑے تو کسی قسم کی تحریر دیئے بغیر ضرور انجمن تبلیغ الاسلام مقام احمد آباد ضلع جہلم سے مشورہ کریں۔ اور مناسب ہو تو قبلہ مبلغ صاحب کو ضرور شامل کریں۔ دشمن دُم دبا کر بھاگ جائیں گے

التماس دعا

(۱۰) ہماری بصدق دل دعا ہے۔ مومنین بھی دعا کریں کہ خدا تعالےٰ بمحمدؐ و آل محمدؐ مولوی سید فضل حسین صاحب قبلہ اور حضور کے اکلوتے

بیٹے شاہزادہ محب حسین اور تمام خاندان بلکہ سارے کوٹلہ سیدان کو باعزت واقبال رکھے اگر مولوی صاحب نہ آتے تو ہم ضرور شرم کے مارے شہر چھوڑ کر چلے جاتے۔ لہذا مکرر دعا ہے کہ عزیزم محب حسین کو خدا عمر نوح عطا کرے اور کرسی وعظ قائم رہے۔ آمین۔ امید کہ قبلہ مبلغ صاحب ما غریباں کو فراموش نہ کرینگے اور گاہ بگاہ تشریف لاتے رہیں گے۔

المشتہر:۔ محمود شاہ قریشی معتمد انجمن شیعہ حسو بلیل ضلع جھنگ (اشتہار مطبوعہ اشرف برقی پریس سیالکوٹ)

چراغ کے نیچے اندھیرا

تجلیٔ نبوت نے یہ کی ہے جلوہ آرائی
کہ بن کر مژدۂ اسلام گلشن میں بہار آئی

کبھی جس نے کہ ساقِ عرش پر کی بزم آرائی
کبھی جو پیکرِ آدمؑ کو جا کر جگمگا آئی

ہوئی تخلیق جس سے کل مخلوقات نوری کی
بنی جو دیدۂ مہر و مہ و اختر کی بینائی

بنا جس کے لئے نقش و نگارِ جنت و دنیا
کہ تخلیقِ دو عالم کی یہی تھی علتِ غائی

گرا تاجِ سرِ اقبال کسرے فرطِ دہشت سے
فرازِ بامِ فاراں پر لی جس دم اس نے انگڑائی

گھڑوں پانی پڑا آتشکدوں پر اہلِ باطل کے
گرے طاقوں سے بُت اللہ اکبر کی صدا آئی

نصارے نے جسے دیکھا اگر وادیٔ نجران میں
تو حقانیتوں نے اسکی اون کے دل میں جا پائی

غدیرِ خم میں جو ظاہر ہوئی پالانِ اشتر پر
بنا کر جانشین حیدرؑ کو جو نیچے نظر آئی

نہ کیوں اصرارِ حق ہوتا علیؑ کی جانشینی پر
کہ یہ فرضِ نبی تھا حاصل تبلیغ فرمائی

کہا بخٍ بخٍ لکؑ حضرت عمر نے بڑھ کے حیدرؑ سے
کہ ان کی یہ ادا حضّار جلسہ کو پسند آئی

علیؑ و فاطمہؑ حسنین یعنی آلِ پیغمبرؐ
بس احمدؐ فضیلت میں نہیں رکھتے ہیں ہمتائی

بڑے ہوں یا کہ چھوٹے ہوں انہیں سب تصویرِ احمدؐ ہیں
جدھر دیکھا ادھر صورت محمدؐ کی نظر آئی

ادھر رحلت رسول اللہؐ نے دنیا سے فرمائی
اُدھر غصبِ خلافت کی سقیفہ میں گھٹا چھائی

ہوا اجماع اُس پر خاندانی جو تھا جھگڑا ہا
بقولِ دغفلِ نسّاب یہ پیشہ تھا آبائی

سیاست، پالسی، ایمان کُشی، قتل و غارت میں
مخالف حکمِ حق کے ہے، ہویدا جن کی یکتائی

نبیؐ زادی کو وہ تکلیف دی اعدائے امت نے
کہ مرقد میں محمد مصطفٰےؐ کی روح تھرائی

زمیں سے ہاتھوں اونچی ہو گئیں مسجد کی دیواریں
وفورِ غم سے زہرا نے جو اپنی زلف بکھرائی

یزیدی عہد میں جس کا تتمہ ہو نہوا لا تھا
اوسیکی ان سبھوں نے کی تھی یہ تمہید آرائی

ادسے جسکی سراسر گفتگو ہو وحی ربانی
کہیں حضرت عمرؓ اس کو معاذ اللہ سودائی

کیا صلح حدیبیہ میں شک فعل پیمبرؐ پر
وہی حالت کہ جو سابق میں تھی پھر عود کر آئی

کلام اللہ جلا یا حضرت عثمان نے کیا کہنا
یہ تھا خوفِ خدا ۔ یا سِپا بنیؐ ۔ اسلام آرائی

بجھانے سے مگر بجھتا ہے کب نورِ خدا قیصر
اگرچہ مشرکوں کی ختم ہو پیری و برنائی

اخبار النجم کی گستاخانہ عبارات

علمائے فرنگی محل کا متفقہ فتوے

مندرجہ بالا عنوان سے ایک اشتہار مسلمانان لکھنؤ کے نام سے یوسفی برقی پریس لکھنؤ سے شایع ہو کر کثیر تعداد میں تقسیم ہوا ہے جسکی نقل ناظرین کی آگاہی کے لیے درج ذیل ہے :۔ "کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسائل دین میں کہ زید کہتا ہے کہ " اُس نے (یعنی خدا نے) کعبہ تیار کیا تو شیطان نے اجمیر اور نا معلوم کہاں کہاں ہزاروں اور کروڑوں کعبے بنوا دیئے" "اس نے اپنے محبوب کی آخری آرام گاہ کو گنبد خضرا کے مبارک نام سے عزت بخشی تو اس نے (یعنی شیطان نے) بھی دیوہ لکھنؤ اور نا معلوم کہاں کہاں اسکے ملتے جلتے نقشے تعمیر کرا کے سیکڑوں انسانوں کا ایمان خراب کر دیا" (النجم ۲۰ ستمبر ۱۹۳۵ء صـ۵ کالم ۱ و ۲ سطر ۱۲ و ۲۵) نیز کہتا ہے کہ "گیارہویں کی تقریب منانی ہو تو ہزاروں لاکھوں روپیہ فراہم ہو جاتا ہے ۔ کہیں عرس کی محفل کرنی ہو تو سب تیار ہو جاتے ہو ۔ تھیٹر آتا ہے اسکے لئے بڑی رقمیں صرف کر دیتے ہو ۔ کسی انگریز کی دعوت کرنی ہوتی ہے تو پوری قوت کے ساتھ اسکی خاطر مدارات کرتے ہو ۔ محفل رقص و سرود برپا ہوتی ہے تو اسکے اخراجات ادا کرنے میں تمہیں کبھی باک نہیں ہوتا ۔ ہاں جب بل پکڑ کے تم بیٹھ جاتے ہو تو صرف وہی چیزیں ہوتی ہیں جن کا تعلق براہ راست شوکتِ اسلام سے ہوتا ہے " (النجم ۱۶ ستمبر

سنہ ۱۹۳۴ء صہ کالم ۱) نیز کہتا ہے کہ "جس قدر بڑے ولی کا مزار خیال کیا جاتا ہے اسی قدر اسکی درگاہ ان صنم پرستانہ حرکات کے لحاظ سے مندریت کا جلوہ پیش کر رہی ہیں" (النجم ۳ر اگست سنہ ۱۹۳۴ء صہ ۳ کالم ۲ وغیرہ) نیز کہتا ہے کہ "کسی طرح کی تعریف کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کی تعریف کرنا حرام ہے"۔ (النجم ۶ر جولائی سنہ ۱۹۳۴ء صہ ۶ کالم ۲) نیز کہتا ہے "ہم کو حسینؓ مظلوم نے یہ نہیں تبلایا کہ رو دیا کرو۔ رونے والے جو مرنے کے بعد جہنم میں جانے والا ہے" (النجم ۱۱ر مئی سنہ ۱۹۳۴ء صہ کالم ۳ سطر ۱۱) علمائے کرام فرمائیں کہ کیا یہ الفاظ گستاخانہ نہیں۔ کیا اجمیر شریف۔ دیوہ اور لکھنؤ شیطان نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقابلے میں بنائے ہیں۔ کیا گیارہویں شریف مثل تھیٹر اور ناچ رنگ اور انگریزی دعوت کے ہے؟ کیا خدا کے سوا کسی کی تعریف کرنا خواہ وہ کسی طرح کی ہو ناجائز اور حرام ہے۔ کیا جو شخص روئے یا غم حسینؓ میں روئے وہ مرنے کے بعد جہنم میں جانیوالا ہے۔ کیا اہلسنت والجماعت کے ہاں ایسے الفاظ لکھنا جائز ہیں۔ امید کہ جواب باصواب عنایت فرما کر ہم اہلسنت والجماعت کی رہبری فرمائیں گے۔ المستفتیان:- مسلمانان لکھنؤ

جواب صورت مسئولہ میں بعض اقوال بدتمیزی وبے ادبی کے ہیں اور بعض حد کفر تک پہنچ سکتے ہیں۔ زید کو ایسے اقوال سے پرہیز کرنا اور توبہ کرنا لازم ہے۔

واللہ اعلم بالصواب (مولانا مفتی) محمد عبد القادر فرنگی محلی لکھنؤ۔

جواب صحیح ہے واقعی جیسا کہ مجیب علام نے تحریر فرمایا ہے عموماً تمام الفاظ سخت گستاخانہ اور شیوۂ اہل علم کے خلاف ہیں۔ خاص کر اس آخری جملہ سے جو امام حسینؑ کی شہادت پر رونے والے کے متعلق لکھا گیا ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض صحابہ رضؓ اور صحابیاتؓ پر بھی (نعوذ باللہ) حملہ ہوتا ہے جو کفر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (محمد لطیف الدین عفا اللہ عنہ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ)۔ (واقعی) ان گستاخانہ اور بے ادبانہ الفاظ میں جیسا کہ مفتی فاضل جناب مولانا عبد القادر صاحب (فرنگی محل) نے تحریر فرمایا ہے بعض الفاظ مستلزم کفر اور بعض حد کفر تک پہونچتے ہیں۔ اللہ مجھ کو اور ہر سچے مسلمان کو بزرگان دین صحابہ کرامؓ اور حضور آقائے دوجہاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادنے بی ادبی سے بھی محفوظ رکھے ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا! (فقیر محمد صبغۃ اللہ شہید انصاری فرنگی محل لکھنؤ)

مسلمانو! خدا کے واسطے ہوشیار ہو جاؤ۔ معاندین اسلام کے آلۂ کار نام نہاد مدعیان حنفیت کے فریب سے بچو۔ بزرگان دین اور ان کے مقامات متبرکہ سیدنا امام حسینؑ اور اصحاب کرامؓ اور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دشمنان دین کے ناپاک حملوں سے بچاؤ۔ اور اپنے مناسب طرز عمل سے ثابت کردو کہ اخبار النجم ہرگز ہرگز اہلسنت والجماعت کا اخبار نہیں ہے۔ اور نہ اس قسم کے گندے عقائد کسی سنی حنفی مسلمان کے ہو سکتے ہیں۔ آیندہ تم کو اختیار رہے دما علینا الا البلاغ

المشتہرین:۔ مسلمانان لکھنؤ (منقول از اسد لکھنؤ و دربخف سیالکوٹ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ)

مسافر کا روزہ

حضرات اہلسنت شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ سفر میں روزہ نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ ریل پر جہاز پر روزہ رکھنے میں کوئی زحمت نہیں۔ کسی قسم کی مشقت نہیں۔ گھر پر اور سفر میں دونوں طرح روزہ رکھنا برابر ہے۔ اس وجہ سے وہ حضرات سفر میں روزے رکھتے ہیں۔ اب ذرا انھیں حضرات کی حدیثوں سے فیصلہ کیا جائے کہ شیعوں کا فعل قابل اعتراض ہے یا ان حضرات کا۔ علامہ علی متقی لکھتے ہیں:۔ (۱) عن عمر قال غزونا مع رسول اللہ غزوتین فی رمضان یوم بدر و یوم الفتح فافطرنا فیھما یعنی حضرت عمر فرماتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم کے ساتھ دو دفعہ ماہ رمضان میں ہم لوگوں نے جہاد کے لئے سفر کیا ایک دفعہ غزوہ بدر میں دوسری دفعہ فتح مکہ کے موقع پر اور دونوں سفروں میں روزہ چھوڑ دیا تھا (۲) عن ابی امیۃ قال کان رسول اللہؐ یتغدی فی سفر وانا قریب منہ جالس فقال ھلم الی الغداء فقلت یا رسول اللہ انی صائم فقال ھلم احدثک ما للمسافر عند اللہ ان اللہ وضع عن امتی نصف الصلوٰۃ والصیام فی السفر یعنی ایک صحابی ابوامیہ بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم ایک دفعہ سفر میں تھے اور آپ دن کو کھا رہے تھے۔ میں بھی حضرتؐ کے پاس تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا آؤ کھانا کھاؤ۔ میں نے عرض کی اے رسولخداؐ میں روزے سے ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا آؤ (کھاؤ) میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ مسافر کو خدا نے کن کن باتوں سے معاف کر دیا ہے۔ یقیناً خدا نے میری امت سے حالت سفر میں آدھی نماز اور پورے روزے کو ساقط کر دیا ہے (۳) عن عمرو بن امیۃ الضمری عن ابیہ قال قدمت علی رسول اللہ من سفر فقال لا تنتظر الغداء یا ابا امیہ فقلت انی صائم فقال تعال اخبرک

عن المسافر ان اللہ وضع عنہ الصیام ونصف الصلوۃ اس کا مطلب بھی تقریباً وہی ہے جو اوپر کی حدیث کا لکھا گیا (۴) عن ابی عبیدہ بن عقبہ بن نافع ان اباہ وفد علے معویۃ فقرب لہ الغداء فقال اقترب یا عقبۃ فقلت انی صائم قال اما انھا لیست سنۃ وکان عقبۃ علے سفر۔ یعنی ایک شخص عقبہ نامی اپنے گھر سے سفر کر کے معویہ کے پاس پہونچا تو اس کے سامنے ان کا کھانا لاکر رکھا گیا۔ معویہ نے کہا عقبہ آؤ کھانا کھاؤ عقبہ نے کہا میں تو روزے سے ہوں۔ معویہ نے کہا یہ (سفر میں روزہ رکھنا) تو حضرت رسولخدا صلعم کا طریقہ نہیں ہے۔ عقبہ اس وقت سفر میں تھا (۵) عامر بن مالکؓ قال کنت عند نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجاءہ سائل فقال لہ النبیؐ ھلم فلنحدثکؐ ان اللہ تعالےٰ قد وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلوۃ یعنی عامر بن مالک بیان کرتے تھے کہ میں حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر تھا تو حضرتؐ کے پاس ایک سائل آیا۔ اس سے حضرت نے فرمایا سنو میں تم سے بیان کئے دیتا ہوں کہ خدا نے مسافر سے پورے روزے اور آدھی نماز ساقط کردی ہے (۶) عن ابن عمر ان رجلا سأل النبیؐ عن الصوم فی شہر رمضان فی السفر فقال لہ رسول اللہ افطر۔ قال انی اقوی علے الصوم یارسول اللہ فقال لہ رسول اللہ انت اقوی ام اللہ۔ ان اللہ تعالےٰ تصدق بافطار الصائم علے مرضی امتی ومسافریھم ایحب احدکم ان یتصدق علے احد بصدقۃ ثم یرد ھا علیہ یعنی حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت رسولخدا صلعم سے سفر میں روزے رکھنے کے متعلق سوال کیا تو حضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ سفر میں روزہ نہ رکھا کرو۔ اس نے کہا یا حضرتؐ میں اتنا مضبوط ہوں کہ سفر میں روزہ رکھ سکوں حضرتؐ نے جواب یا تم زیادہ مضبوط ہو یا خدا زیادہ مضبوط ہے۔ خدا نے تو میری امت کے بیماروں اور مسافروں پر یہ احسان کیا ہے کہ حکم دیا یہ لوگ روزہ چھوڑ دیا کریں۔ پھر کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ کسی پر کوئی احسان کرے پھر اس احسان کو اس پر واپس کردے (اسی طرح خدا نے تم پر احسان کیا ہے کہ سفر میں روزے سے بچادیا۔ اب اگر خدا روزہ رکھنے کو کہے تو گویا اس نے اپنا احسان واپس کردیا) (۷) لما ان کان النبیؐ مخرجہ للفتح بعسفان او بالکدید نول قدحا ھو علے راحلتہ فی شہر رمضان فجعلت الرفاق تمر بہ والقدح علے یدہ ثم شرب فبلغہ بعد ذلکؐ ان ناسا صاموا فقال اولئکؐ العاصون ثلاث مرات

یعنی جب حضرت رسولخدا صلعم فتح کے لئے عسفان یا کدید میں نکل کر آئے تو آپ کو ایک پیالہ دیا گیا اُس وقت حضرت اپنی سواری پر تھے اور وہ مہینہ ماہ رمضان کا تھا حضرت پیالہ لئے ہوئے روٹیاں کھانے لگے پھر پانی پی لیا۔ اس کے بعد حضرت کو معلوم ہوا کہ بہت صحابہ نے سفر میں روزہ رکھ لیا ہے تو حضرت نے تین مرتبہ فرمایا کہ وہ سب نافرمان ہیں وہ سب گنہگار ہیں (۸) حالت سفر میں روزہ رکھنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ جو ایسا کرتا ہے اس کو ان روزوں کی قضا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ علامہ ممدوح ہی لکھتے ہیں:۔ عن عمر انہ امر رجلا صام فی رمضان فی السفران یقضیہ یعنی ایک شخص جو سفر میں تھا اس نے اس ماہ رمضان میں روزے رکھے تو حضرت عمر نے اس کو حکم دیا کہ ان روزوں کی قضا کرنا۔ یہ سب حدیثیں کنز العمال کتاب الصوم جلد ۴ صفحہ ۳۲۵ اور اس سے پہلے کے صفحات میں ہیں) ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جو لوگ سفر میں روزے رکھتے ہیں وہ دنیا سے ان روزوں کے قضا کا بوجھ لیکر جاتے ہیں

آیہ استخلاف (ایک دلچسپ گفتگو)

سنی مولوی صاحب۔ کیوں جی! کل دوپہر سے اس وقت تک تم کہاں غائب تھے؟ پورے ۲۴ گھنٹے غائب رہے

شیعہ طالب العلم۔ کل ۱۵ شعبان کی تعطیل تھی۔ ہمارے وطن کجھوا سے تقریباً ۶ میل پر مومنین کی ایک بستی بجھونی ہے۔ وہاں ایک بڑی نورانی صحبت فضائل منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں شریک ہونے گیا تھا۔

مولوی صاحب۔ کل کس وقت مجلس ہوئی۔

طالب العلم۔ کل دن کو نہیں بلکہ رات کو ہوئی

مولوی صاحب۔ خیر رات ہی کو سہی۔ مگر یہ مجلس تھی کیسی؟

طالب العلم۔ کل کی تاریخ میں حضرت صاحب العصر والزمان امام غائب علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ دن بھر مومنین نے اپنے ہاں فضائل کی صحبتیں کیں۔ اس وجہ سے دوسری بستیوں کے مومنین بجھونی میں نہیں آسکتے تھے لہذا رات کو وہاں ایک بڑی شاندار صحبت کی گئی تاکہ حضرت حجۃ کی پیدائش کی خوشی زیادہ اہتمام سے منائی جائے اور مختلف مقامات کے مومنین مل کر عید کریں۔

مولوی صاحب۔ اچھا مجلس میں گئے تو کیا دیکھا؟

طالب العلم۔ سبحان اللہ! کیا کہوں کیا کیا دیکھا۔ مومنین بکھونی اگرچہ تعداد میں کم مگر ماشاءاللہ ہمت میں قابل قدر ہیں۔ امام باڑے کو اس طرح آراستہ کیا تھا کہ بالکل دلہن معلوم ہوتا تھا۔ تمام اطراف کے مومنین کو شرکت کے لئے بلایا تھا۔ ہر شخص انتظام میں مستعد مجلس کو کامیاب بنانے کے لئے کوشاں اور مہمانوں کی راحت رسانی میں منہمک تھا۔ بفضلہ مجمع بھی پورا تھا حسین گنج۔ گوپالپور۔ فاضل پور بکھوا وغیرہ کے متعدد مومنین تشریف لے گئے تھے۔ بڑی چہل پہل تھی مجلس کے بعد کل مہمانوں کو پرتکلف کھانا کھلایا گیا۔ بعض مہمان شب ہی کو واپس گئے اور جو رہ گئے ان کے آرام کا کافی سامان کیا گیا۔ ہم لوگ تو آج صبح کو وہاں سے چلے۔

مولوی صاحب۔ مجلس میں پڑھا کیا گیا۔

طالب العلم۔ پہلے کئی حضرات نے مختلف قصیدے پڑھے جو سب اعلےٰ سے اعلےٰ تھے اور پڑھنے والوں نے بڑی خوبی سے ادا بھی کیا۔ مومنین فرط مسرت میں جھوم رہے تھے۔ درود کی آواز اتنی بلند ہوتی تھی کہ دور تک پہونچتی ہوگی۔ اسکے بعد مولانا صاحب نے منبر پر تشریف لے جاکر بیان فرمایا۔

مولوی صاحب۔ بتاؤ مولانا صاحب نے کیا پڑھا۔

طالب العلم۔ ممدوح کے بیان میں عموماً کچھ تفسیری مطالب ہوتے ہیں۔ کچھ تاریخی تحقیقات ہوتی ہیں۔ کچھ موعظہ ہوتا ہے اور زیادہ تر اپنے مذہب کی حقیت کی دلیلیں بیان فرماتے ہیں۔

مولوی صاحب۔ اپنے مذہب کی حقیت کی بھی خوب کہی۔ باطل مذہب کی حقیت کوئی کیا بیان کرسکتا ہے! تم جانتے ہو اجتماع ضدین محال ہے۔ اور تم لوگوں کا مذہب یقیناً باطل ہے۔ لہذا باطل مذہب کی حقیت ہی نہیں ہے! وہ بیان کیا کی جائیگی۔ خاک یا پتھر؟

طالب العلم۔ افسوس آپ اُس صحبت میں موجود نہیں تھے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سے مجھ سے آج اس قسم کی باتیں ہونگی تو میں ضرور آپکو بھی اس صحبت میں لے چلتا۔ وہاں بیٹھکر اور پورے بیان کو سُن کر آپ خود فیصلہ کر لیتے کہ وہاں اجتماع ضدین کی صورت تھی یا مذہب شیعہ کا حق ہونا ایسا بدیہی ہورہا تھا کہ کسی کو اس میں شک نہیں ہوسکتا۔

مولوی صاحب۔ تم لوگوں کے مبالغہ کی بھی کوئی حد نہیں ہے بلکہ بالکل بے پر کی اُڑاتے ہو۔ میں اگر وہاں گیا ہوتا تو تمہارے

مولانا صاحب مذہب شیعہ کی حقیت کی جو
دلیل بیان کرتے اس کو چٹکی بجاتے ہوئے
دو لفظوں میں اڑا دیتا مگر اچھا ہوا کہ نہیں گیا
تمہارے مولانا صاحب کی گمراہ کن تقریر
سن کر مجھ سے برداشت نہیں ہوتا بول اٹھتا
اور تمہارے مولانا صاحب میرے اعتراض
کا جواب دے سکنے کی وجہ سے اتنے بڑے
مجمع میں فضیحت ہو جاتے۔ بے لطفی بڑھتی
اور سب بے مزہ ہو جاتا۔

طالب العلم۔ جب آپ وہاں تشریف ہی
نہیں لے گئے اور اس بیان کو سنا ہی
نہیں تو جو چاہیں فرمائیں۔ ہر شخص کے
منہ میں زبان ہے۔ جس چیز کا دعوے
چاہتا ہے کر ہی دیتا ہے۔ لیکن کہنے
اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔

مولوی صاحب۔ اچھا ذرا بیان
تو کرو تمہارے مولانا نے کیا پڑھا۔
کس طرح اپنے مذہب کو حق ثابت کیا۔

طالب العلم۔ مولانا نے پارہ ۱۸ رکوع
۱۳ سے اس آیہ مبارکہ کی تلاوت فرمائی
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ
الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [۱]
اس کے بعد فرمایا کہ اس آیہ مبارکہ کے مطلب
اور مصداق کے متعلق مسلمانوں کے دو بڑے
گروہوں میں اختلاف ہے۔

مولوی صاحب (بے ساختہ ہنس کر) واللہ
تم لوگ بھی کیسے پاگل ہو۔ میاں اس آیت
کے متعلق اختلاف کہاں ہے۔ اس پر تو
سب مسلمانوں شیعہ اور سنی کا اجماع ہے کہ یہ آیہ
حضرات خلفاء کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان
والا شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے تو

---

[۱] تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور سب عمل نیک
بجا لائے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو
اس زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائیگا جس طرح
ان لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے جو ان سے پہلے ہو
گذرے ہیں اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند
کیا ہے اس کو ان کے لئے جما کر رہے گا اور
ان کے خوف کے بدلے ان کو امن (اور اطمینان
کی زندگی) عطا فرمائیگا کہ (بے کھٹکے) میری ہی
عبادت کرینگے اور کسی کو میرا شریک نہیں قرار دینگے
اور جو لوگ اس کے بعد بھی کفر اختیار کرینگے تو وہی سب فاسق ہیں۔

ان حضرات کی خلافت مثل آفتاب روشن
ہوجاتی ہے جس سے کوئی اندھا اور پاگل
بھی انکار نہیں کرسکتا ہے۔

طالب العلم۔ شیعوں کا نام تو آپ بے کار
لیتے ہیں۔ کسی ایک شیعہ کا قول بھی یہ نہیں
ہوسکتا کہ اس آیۃ کے مصداق آپ کے خلفاء
ہیں۔ پھر یہ انکی خلافۃ کا انکار کیونکر کرینگے؟

مولوی صاحب۔ ہاں شیعوں کا اتفاق
نہ سہی۔ دوسرے مسلمانوں کا اجماع تو ہے

طالب العلم۔ پہلے تو آپ نے شیعہ اور
سنی سب کا اجماع فرمایا۔ اب ایسا فرماتے
ہیں۔ آپ کو اختیار ہے جو چاہیں ارشاد فرماتے
جائیں کون روک سکتا ہے۔

مولوی صاحب۔ خیر پھر تمہارے مولانا
نے کیا پڑھا۔ کچھ مجھے بھی تو سناؤ۔

طالب العلم۔ فرمایا کہ ایک گروہ بڑا ہے جو
اپنے کو سواد اعظم کہتا اور جو بہت ہے وہ
کہتا ہے کہ یہ آیۃ خلفاء کے بارے میں
نازل ہوئی۔ اور دوسرا گروہ چھوٹا ہے جو
کہتا ہے کہ اس آیت سے خلفاء ثلثہ کی خلافت
کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتی بلکہ اس سے
انکی خلافت باطل ثابت ہوتی ہے۔ اور
اس آیۃ سے محض خلفاء حقیقی (یعنی ائمہ
اثنا عشر ع) کی خلافت و امامت صحیح اور ثابت
ہوتی ہے۔ جو حقیت مذہب شیعہ کی دلیل ہے۔

مولوی صاحب۔ (بڑے زور سے
قہقہہ لگا کر) تو کیا تمہارے مولانا نے اسی
آیت سے اپنے ایسے باطل مذہب کی نسبت بزور حقیت
ثابت کی؟ کیوں نہ ہو پھر تو وہ شکر سے مرچ
بھی بناتے ہوں گے؟

طالب العلم۔ جی ہاں اسی آیت سے حضرات
ائمہ اثنا عشر کی خلافت مثل آفتاب روشن
کردکھائی اور خلفاء ثلثہ و خلفاء بنی امیہ و
بنی عباس کی خلافت کی تو ایسی تحقیق کی کہ اسکو
سننے کے بعد کوئی شخص ان حضرات کو
ایک منٹ کے لئے بھی حضرت رسولخدا صلعم
کا خلیفہ نہیں مان سکتا۔

مولوی صاحب۔ تم لوگوں کو عقل نہیں ملی ورنہ
ایسی جرأت نہیں کرتے کہ دن کو رات اور رات کو دن
کہنے لگو۔ یہی تو وہ آیۃ ہے جس نے شیعہ مذہب کی
بنیادیں ہلادیں۔

طالب العلم۔ ایسے دعوے تو آپ حضرات شروع سے کرتے
آتے ہیں۔ اس سے زیادہ عرض کرنا میں ادب کے خلاف
سمجھتا ہوں۔ لیکن جو لوگ اسلام سے تعلق نہیں رکھتے
وہ بھی رات کا بیان سنتے تو بیساختہ بول پڑتے
کہ بے شک اس آیت سے خلفاء ثلثہ بنی امیہ و بنی عباس
کی خلافت کا باطل ہونا مثل آفتاب واضح ہوگیا۔
اور خلافۃ حضرات ائمہ اثنا عشر کی حقیت کا یہ نہایت مستحکم ثبوت
ہے (باقی آئندہ)

استفسار ا (۱) براہ کرم مطلع فرمائیں کہ حسب ذیل واقعات کن کتابوں میں ہیں (الف) جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا خانہ کعبہ میں پیدا ہونا (ب) جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو جناب رسولخدا صلعم کا جناب امیرؑ کے ذریعہ سے قریش کی دعوت کرکے آپکی خلافت کا اعلان کرنا (ج) ایک فوجی کی بیوہ کی مشک کو جناب امیرؑ کا اسکے گھر پہونچانا اور اس کا تنور روشن کرنا (د) حضرت امیرالمومنینؑ کے انتقال پر جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ کا ایک نابینا کی طرف سے گزرنا جس کو حضرت امیرالمومنینؑ کھانا پانی پہونچایا کرتے اور اس سے اپنا نام ظاہر نہ فرماتے (خریدار ۲۷۰۵)

جواب (الف) حضرت امیرالمومنینؑ کی خانہ کعبہ میں پیدائش کا ذکر بکثرت کتب تاریخ و حدیث میں ہے ۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے و از مناقب وے رضی اللہ عنہ کہ در حین ولادۃ او ظاہر شد یکے آں ست کہ در جوف کعبہ معظمہ تولد یافت قال الحاکم فی ترجمۃ حکیم بن حزام فقد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت امیرالمومنین علیا فی جوف الکعبۃ یعنی حضرتؑ کے مناقب سے یہ بھی ہے کہ متواتر حدیثیں اور خبریں ہیں کہ جناب امیرؑ جناب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے (ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۵۱) اور علامہ مسعودی نے لکھا ہے کان مولدہ فی الکعبۃ یعنی جناب امیر علیہ السلام کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی تھی (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۷۲) اور بھی بکثرت کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے ۔ (ب) آیہ وانذر عشیرتک الاقربین پر جناب امیرؑ کی خلافت کا اعلان تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۲۱ و تاریخ کامل جلد ۲ ص ۲۲ و کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۶ و تفسیر خازن جلد ۳ ص ۳۷۲ وغیرہ میں ہے ۔ (ج) بیوہ کی مشک لے جانے اور اُسکے گھر تنور روشن کرنے کا واقعہ مناقب ابن شہر آشوب مطبوعہ بمبئی جلد ۲ ص ۱۰۲ وغیرہ میں ہے (د) حضرت امیرالمومنینؑ کے انتقال پر نابینا مسکین کی خبر گیری کا حال ظاہر ہونا ملا حسین کاشفی کی روضۃ الشہداء نسخہ قلمیہ وغیرہ میں ہے ۔

جناب فضہ جناب سید غلام حسن شاہ صاحب جعفری ۸۹ محکمہ پولیس ضلع قلعہ شیخوپورا (پنجاب) نے کئی مرتبہ جناب فضہ کے حالات ہم سے دریافت کیے ہیں ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ فضہ نوبیہ جناب فاطمہ زہراؑ کی لونڈی تھیں جب حضرت حسن و حسین بیمار ہوئے

اور حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیرؑ و جناب سیدہ سے فرمایا کہ نذر کرو کہ یہ اچھے ہو نگے تو روزے رکھیں گے تو جناب سیدہ کی لونڈی فضہ نوبیہ نے بھی یہی نذر مانی حضرت رسولخدا صلعم نے جناب سیدہ کی خدمت کے لئے ایک لونڈی دی تھی جن کا نام فضہ تھا اور وہ نوبیہ تھیں (حبشی قوم کی) ان سے اور جناب سیدہ سے طے ہوا تھا کہ گھر کا کام ایک روز آپ کریں اور ایک دن جناب سیدہ انجام دیں۔ ان کو حضرت رسولخدا صلعم نے ایک دعا بھی تعلیم کی تھی جس کو وہ برابر پڑھا کرتیں اس دعا کی یہ برکت تھی کہ جناب سیدہ نے ایک دفعہ ان سے فرمایا کہ تم یا آٹا گوندھو یا روٹی پکاؤ یعنی کوئی ایک کام تم کرو اور دوسرا میں کرونگی۔ انھوں نے کہا اے میری شاہزادی میں آٹا بھی گوندھونگی اور لکڑی بھی لاؤں گی۔ چنانچہ وہ لکڑی لانے گئیں اور بڑا بوجھا باندھا اس کو اٹھا کر جناب سیدہ کے گھر لانا چاہا مگر اس کو اٹھا نہ سکیں تو انھوں نے وہی دعا پڑھی جو حضرت رسولخدا صلعم نے آپ کو تعلیم کی تھی اور وہ یہ ہے یَا وَاحِدُ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ اَحَدٌ تُمِیْتُ کُلَّ اَحَدٍ وَّتُغْنِیْ کُلَّ اَحَدٍ وَاَنْتَ عَلٰی عَرْشِكَ وَاحِدٌ وَّلَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (اے وہ جو ایک ہے اس جیسا کوئی نہیں۔ تو ہر شخص کو موت بھی دیتا ہے اور ہر شخص کو دولتمند بھی بناتا ہے اور تو اپنے عرش پر اکیلا ہے اور تجھکو نہ نیند آتی ہے نہ غنودگی) اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک اعرابی آیا اور اُس نے لکڑی کا وہ بوجھا اُٹھا کر جناب سیدہ کے دروازے پر پہونچا دیا (اصابہ جلد ۸ صـ ۱۶۷) اس سے زیادہ حالات نہیں مل سکے۔

تقریظ

(۱) مرثیہ۔ مصنفہ جناب مولوی سید فراست حسین صاحب فراست زید پوری ۵۰ بند کا مرثیہ متعلق انہدام جنۃ البقیع ہے جس کو حیدر آباد دکن کے عالیجناب نواب سید علی صاحب جعفری دام عزہ نے نہایت عمدہ کاغذ پر بہت اعلےٰ درجہ کی چھپوا کر شایع کیا ہے۔ مرثیہ بہت پُردرد اور انہدام جنت البقیع ۸ شوال ۱۳۴۴ھ کی گویا تصویر ہے۔ جناب نواب صاحب کی یہ دینی خدمت قابل قدر ہے۔ مومنین ممدوح کے پتے ڈیوڑھی نواب باقر نواز جنگ مرحوم حویلی قدیم حیدر آباد سے طلب کریں۔ یہاں جہاں ۸ شوال کو اس حادثہ کی یاد قائم رکھنے کے لئے مجلسیں ہوتی ہیں وہاں اس مرثیہ کا پڑھا جانا بھی بہت موثر ہوگا۔

(۲) یادگار اظہر۔ جناب سید دلدار حسین صاحب اظہر نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مشہور و مقبول دعاے مشلول کا اردو ترجمہ بہت خوبی سے نظم میں کرکے ایک شاندار دینی خدمت

انجام دہی ہے۔ اگرچہ یہ باقاعدہ ترجمہ نہیں ہے مگر دعائے مشلول کے مطالب اچھی طرح منظوم ہوئے ہیں۔ اور مومنین و مومنات کے پڑھنے کی ایک نادر مناجات ہوگئی ہے لکھائی چھپائی کاغذ بھی بہت اعلےٰ درجہ کا ہے۔ ۵۳۴ اشعار پر یہ مناجات مشتمل ہے قیمت فی جلد کی جو مجلد ہے ۱۲ ار ہے۔ جناب سید دلدار حسین صاحب اظہر الہ آبادی دارالشفا حیدرآباد دکن سے طلب کیجئے۔ عورتوں اور بچوں کے لئے یہ بہت اچھا تحفہ ہے۔ (۳) روح غم: مصنفہ منشی صفدر حسین خاں صاحب عبدؔ جون پوری جو ۳۵ بہترین ماتمی نوحہ جات کا مجموعہ $\frac{20 \times 26}{16}$ کے ۴۳ صفحات پر عمدہ طباعت کے ساتھ طبع ہو کے شائع ہوا ہے۔ نوحے بہت پُردرد اور مُہیکی ہیں جسکی قیمت ۲ر علاوہ محصول ڈاک ہے۔ حسب ذیل پتہ پر ممدوح سے طلب کریں۔ پتہ:۔ جناب منشی صفدر حسین خاں صاحب عبد محلہ سپاہ شہر جون پور (۴) حیوۃ اجتماعی حکیم الامۃ علامہ ہندی جناب مولانا سید احمد صاحب قبلہ دام مجدہم برابر علمی خدمات میں مشغول رہتے ہیں۔ حال میں ممدوح نے مذکورہ بالا نام کا ایک اور رسالہ ۴۲ صفحہ کا تصنیف کر کے شائع کیا ہے جس میں اسلامی اتفاق کے محاسن فلسفہ جماعۃ بندی۔ غیروں سے رواداری۔ اسلامی عبادات کے اتفاق و انجام کے سبق وغیرہ کو بہت خوبی سے دکھایا ہے قیمت صرف ۲ر سکریٹری دارالتبلیغ ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ سے طلب کریں۔ جناب ممدوح حضرت غفرانمآب علیہ الرحمہ کی کتاب عماد الاسلام جلد امامۃ کو جلد شائع کراتے تو علمی اور مذہبی دنیا پر کتنا بڑا احسان ہوتا۔ (۵) درنجف صحابہ نمبر۔ اخبار درنجف سیالکوٹ ماشاءاللہ دینی خدمات میں بہت مستعد ہے۔ اسکے مذہبی کارنامے بہت قابل قدر ہوتے ہیں۔ حال میں اس نے صحابہ نمبر شائع کیا ہے جس میں صحابہ کے متعلق بہت مفید دلچسپ اور پُراز معلومات مضامین شائع کئے ہیں ضرورت ہے کہ یہ نمبر ہر مسلمان کو دکھایا جائے اور ہر شیعہ کے پاس رہے۔ ۱۴ر کے ٹکٹ بھیجکر مذکور بالا پتے سے ضرور طلب کریں۔

اخبار غم (۱) جناب خان بہادر چودھری سید محمد ماہ صاحب تعلقدار و اسپشل مجسٹریٹ درجہ اول اوناؤ نے ۲۶ر شعبان ۵۴ھ کو انتقال کیا۔ مرحوم کی ذات باشندگان اناؤ کیلئے باعث فخر تھی۔ خبر انتقال سنتے ہی جوق جوق لوگ بغیر استثناء کسی مذہب و ملت کے آنا شروع ہوئے۔ ہر فرد پر رنج و غم کے اثرات تھے مسلم و غیر مسلم سب نے بخوشی خود تمام بازار اور کاروبار بند کر دیئے عدالتہائے کلکٹری، دیوانی و مال اور تمام دفاتر اسکول وغیرہ میں تعطیل کر دی گئی حضرات

اہلسنت اور جملہ شیعوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ جنازہ کی معیت میں مسلمانوں سے زیادہ برادران اہل ہنود کا مجمع تھا۔ تمام شہر میں سناٹا تھا اور ہر فرد مرحوم کے غم میں لاش کے ساتھ گریاں نظر آتا تھا۔ جن راستوں سے جنازہ گیا کوٹھوں پر عورات بیقراری سے مصروف گریہ وبکا دکھلائی دیں۔ مرحوم نے تمام زندگی عبادت عزاداری امام مظلوم و زہد و اتقا میں بسر کی۔ آخر ایک ہفتہ کی نماز بستر علالت پر اشاروں سے پڑھی اور جس وقت تک گویائی نے ساتھ دیا اَلعَفُو اور کلمہ کی تسبیح زبان پر رہی۔ خلق کی بہترین تصویر تھے۔ ہر کہ ومہ کی ہر ممکن طریقہ سے خدمت کرنے کو تیار رہتے تھے۔ مرحوم نے تین صاحبزادے چھوڑے۔ سب سے بڑے چودھری سید محمد عباس صاحب آنریری مجسٹریٹ و چیرمین میونسپل بورڈ اناؤ۔ دوسرے سید ابو القاسم صاحب زیدی منصف گونڈہ اور سب سے چھوٹے سید وصی حیدر صاحب زیدی جو لکھنؤ یونیورسٹی میں ایم اے اور وکالت کے درجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں (راقم سید وصی الحسن ایم۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی وکیل و میونسپل کمشنر و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اناؤ) (۲) جناب حکیم مرزا عابد حسین صاحب گورنمنٹ پنشنر کرّا دارا شکوہ بنارس کے فرزند رشید جناب مرزا سجاد حسین صاحب مرحوم نے شعبان کے آخر میں انتقال کیا۔ اس حادثہ سے جناب حکیم صاحب کی نظر میں دنیا اندھیری نظر آتی ہوگی۔ ممدوح کی عمر تقریباً ۹۰ سال کی ہوئی۔ ایسے وقت میں آپ پر اس حادثہ کا جو اثر ہوگا اس کے بیان کرنے کو الفاظ نہیں ملتے مگر مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے۔ امید ہے کہ آپ بزرگان دین کے مصائب کو یاد کر کے صبر کرینگے (۳) سید محمد جعفر صاحب پرنٹر و پبلشر مطبع اصلاح کھجوا نے ۱۳ شعبان کو تقریباً ۴۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مرحوم کئی ماہ سے ضعف معدہ میں مبتلا تھے اور بہت علاج کیا مگر سب بیکار۔ کئی چھوٹے بچے چھوڑے جو مستحق رحم ہیں۔ خدا سب کے درجات عالی کرے اور پسماندگان کو صبر دے۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کی روحوں کو ایصال کریں۔

افطار اور سحر کے اوقات

ماہ صیام میں کوشش ہوتی ہے کہ روزہ کے افطار کرنے کا اول وقت اور سحر کھانے کا آخری وقت معلوم کریں۔ اسی وجہ سے اکثر علماء کرام کے نقشے شائع ہوتے ہیں۔ مگر ہر مقام کے طلوع و غروب آفتاب کا وقت ایک نہیں ہوتا اس وجہ سے ایک جگہ کا نقشہ دوسری جگہ کیا کام آئیگا۔ ہمارا تجربہ ہے کہ غروب آفتاب کے ۲۰ منٹ بعد افطار کا وقت ہو جاتا ہے اور طلوع آفتاب سے ۲ گھنٹہ قبل تک سحر کھانے کا وقت رہتا ہے۔ اور صبح کی نماز اُس وقت پڑھی جائے جب آفتاب نکلنے کو ایک گھنٹہ ۲۴ منٹ یا اس سے کم باقی ہو۔

بھی برداشت نہ کر سکے اور باوجود ایسی گہری دوستی نیز مخصوص تعلقات کے غضبناک ہو کر ممدوح سے کہنے لگے کہ آپ یہ بالکل غلط دعوے کرتے ہیں۔ آپ نے فلاں فلاں سال بت پرستی کی ہے!!! علامہ قسطلانی نے جو شرح صحیح بخاری لکھی ہے اسکے "باب اسلام ابی بکر" میں تحریر فرمایا ہے :۔

ان ابا هريرة رض قال اجتمع المهاجرون والانصار عند رسول الله ص فقال ابوبكر رض وعيشك يارسول الله انى لم اسجد لصنم قط۔ فغضب عمر بن الخطاب رض وقال تقول وعيشك يارسول الله انى لم اسجد لصنم قط وقد كنت فى الجاهلية كذا وكذا سنة (ارشاد السارى جلد ۶ ص۱۵۲)

جناب ابوہریرہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت رسولخدا صلعم کے پاس مہاجرین و انصار کا مجمع تھا تو حضرت ابوبکر نے کہا اے رسولخدا آپ کی زندگی کی قسم میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ اس پر حضرت عمر غضبناک ہو کر بولے تم کہتے ہو کہ اے رسولخدا آپ کی زندگی کی قسم میں نے کبھی کسی بُت کو سجدہ نہیں کیا حالانکہ زمانہ جاہلیت میں فلاں فلاں سال تم بُتوں کو سجدہ کرتے رہے ہو۔

ہم نے اس روایت کو اس لئے پیش کیا کہ حضرت عمر نے ممدوح کی تکذیب کی اور ان کی بُت پرستی کی گواہی دی۔ مگر قرائن سے گمان ہوتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ یعنی نہ حضرت ابوبکر نے اس قسم کا کبھی دعوے کیا اور نہ حضرت عمر نے ٹوکا اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) یہ روایت حضرت ابوہریرہ کی ہے جن کی بیان کردہ حدیثوں کے متعلق گویا ضرب المثل ہے کہ اطمینان نہیں ہوتا۔ خود حضرت عائشہ ان کی حدیثوں سے پریشان رہتی تھیں۔ امام حاکم نے لکھا ہے :۔

عن عائشة انها دعت ابا هريرة فقالت يا ابا هريرة

حضرت عائشہ نے ابوہریرہ کو بلا بھیجا۔ اور کہا اے ابوہریرہ یہ کہاں کی

ما هذه الاحادیث التی یبلغنا انک تحدث بها عن النبی هل سمعت الا ماسمعنا و هل رایت الا ما رأینا (مستدرک نصف ثانی ص۲۸۱)	حدیثیں ہیں جن کے بارے میں میں سُنتی رہتی ہوں کہ ان کو تم حضرت رسولخدا صلعم سے بیان کرتے ہو؟ کیا جو کچھ ہم لوگوں نے سُنا اس کے علاوہ تم حضرت سے کچھ سُنتے تھے؟ اور کیا جو باتیں ہم لوگ دیکھتے تھے اسکے علاوہ تم کچھ دیکھا کرتے تھے؟

اگر انسان غور کرے تو معلوم ہو کہ حضرت عائشہ نے جناب ابوہریرہ کی کل روایتوں کی قلعی کھول دی۔ اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے:۔

قالت عائشة لابی هریرة لتحدث بشئ ما سمعته (اصابہ جلد ۷ ص۳۵)	حضرت عائشہ نے ابوہریرہ سے کہا کہ تم ایسی حدیثیں بیان کرتے ہو جن کو میں نے کبھی نہیں سُنا۔

(۲) صحیح بخاری کی شرحیں جن علماء نے لکھیں ان میں علامہ قسطلانی بہت ادنٰے درجہ کے تھے۔ ایسے کہ بڑے علماء اپنی کتابوں میں ان کا نام لکھنا بھی پسند نہیں کرتے جیسے جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی حدیث کی کتابوں کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اکثرها شروح البخاری للکرمانی و البرماوی و ابن الملقن والعینی والحافظ ابن حجر والکورانی والسیوطی وغیر ذلک (ابجد العلوم ص۵۱۵)	حدیث کی کتابوں میں زیادہ تر صحیح بخاری کی شرحیں ہیں۔ جیسے کرمانی۔ برماوی ابن ملقن۔ عینی۔ حافظ ابن حجر۔ کورانی اور سیوطی کی شرحیں وغیرہ

ممدوح نے اتنے لوگوں کے نام ذکر کیئے حالانکہ ان سے اکثر شرحیں کہیں ملتی بھی نہیں ہیں لیکن قسطلانی کی شرح کو نہیں لکھا جو تمام پھیلی ہوئی ہے (اور اب تو چھپ بھی گئی ہے) اس کی وجہ غالباً یہی ہو کہ وہ اپنی کتابوں میں غلط اور بے سرو پا روایتیں بہت کثرت سے بھر دیتے ہیں۔ ہمارے اس دعوے کی تائید کے لئے یہی کافی ہے کہ ہندوستان کے مشہور مورخ علامہ شبلی نے لکھا ہے "مواہب لدنیہ مشہور کتاب ہے اور متاخرین

کا یہی ماخذ ہے۔ اس کے مصنف قسطلانی ہیں جو بخاری کے مشہور شارح ہیں۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔ یہ کتاب اگرچہ نہایت مفصل ہے لیکن ہزاروں موضوع اور غلط روایتیں بھی موجود ہیں" (سیرۃ النبی جلد ۱ ص۲۷)۔ جب علامہ قسطلانی نے حضرت رسولخدا صلعم کے حالات میں ہزاروں موضوع روایتیں بھر دیں تو ان کی دوسری کتابوں پر کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے؟

(۳) علامہ قسطلانی سے بہت زیادہ محقق اور راستادِ فنِ حدیث علامہ عینی و علامہ ابن حجر عسقلانی گزرے ہیں۔ ان دونوں نے بھی صحیح بخاری کی شرحیں لکھی ہیں جو علامہ قسطلانی کی شرح سے بہت زیادہ مبسوط، مفصل اور جامع ہیں مگر کسی نے بھی صحیح بخاری کے "باب فضائل ابی بکرؓ" یا "باب اسلام ابی بکرؓ" کی شرح میں اس روایت کو نہیں لکھا جس سے ثابت ہے کہ وہ حضرات اس کو ناقابل التفات سمجھتے تھے۔

اصول درایت کی رو سے بھی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ (۱) اس میں اس کا بالکل ذکر نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر نے کس موقع پر اس بات کا دعوے کیا۔ کس قسم کا ذکر تھا۔ کس چیز کی گفتگو تھی۔ اور وہ ایسے نہیں تھے کہ بالکل بے ربط کسی مجمع میں بولنے لگیں۔ اگر زمانہ جاہلیت کی بت پرستی۔ یا بت پرستوں کا ذکر ہوتا اور اس میں آپ یہ فرماتے تو مناسبت پائی جاتی (۲) حضرت رسولخدا صلعم کی زندگی کی قسم کھانا (درصورتیکہ روایت سے بالکل نہیں معلوم ہوتا کہ قسم کھانے کی کچھ بھی ضرورت تھی) خلاف ادب نہیں سمجھا جا سکتا۔ ممدوح اپنی قسم کھاتے۔ اپنے والدین کی قسم کھاتے۔ خاص آنحضرت صلعم کی زندگی کی قسم کھانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

علاوہ بریں یہ ظاہر ہے کہ بت پرستی یا بتوں کو سجدہ کرنا یا نہ کرنا کوئی اعتقادی امر نہیں ہے۔ نہ کوئی قلبی کام اور نہ کوئی دماغی شغل ہے جس کی خبر دوسروں کو نہ ہو سکے اور لوگوں کے علم سے یہ پوشیدہ رہے بلکہ انسانی اعضاء کا ایسا کھلا ہوا فعل ہے (یعنی عبادت) جس کو ہر مرد عورت۔ بوڑھا بچہ دیکھتا ہے۔ اور جو شخص کسی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا وہ بھی دوسروں سے سنتا ہے۔ اگر ممدوح نے بت پرستی نہ کی ہوتی یا اس سے نفرت یا علحدگی یا انکار کیا ہوتا تو مکہ معظمہ کے بہت لوگوں کو اسکی خبر ہو جاتی۔ یہ عجیب بات

تھی جس کو لوگ غیر معمولی طور پر نہیں سن سکتے تھے۔ لہذا حضرتؑ خود اس بات سے مسلمانوں کو باخبر کردیتے کہ یہ وہ ہیں جنھوں نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ بتوں کی کبھی پرستش نہیں کی۔ جس طرح حضرتؐ نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں اس قسم کے فضائل کا خود بار بار اعلان فرمایا۔ مثلاً علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ [۱]

اخرج ابن عدی وابن عساکر ثلاثة ما کفروا باللہ قط مؤمن آل یاسین وعلی ابن ابی طالب وآسیة امرأة فرعون (تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد ۵ ص۲۶۲)

حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں نے کبھی خدا سے کفر نہیں کیا ہے۔ ایک مومن آل یاسین۔ دوسرے علی ابن ابی طالب۔ تیسری فرعون کی بیوی آسیہ۔

صرف یہی نہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ کے کافر نہ رہنے کی تصریح حضرت صلعم نے کی بلکہ اس کو بھی بیان فرمادیا کہ حضرتؑ بچپن سے عبادت خدا ہی میں مشغول رہے ہیں۔

---

[۱] جناب مولوی عبید اللہ صاحب نے بھی لکھا ہے "عن جابر قال قال رسول اللہ ثلثة ما کفروا باللہ قط مومن آل یاسین وعلی ابن ابی طالب وآسیة امرأة فرعون۔ اخرجہ ابن عدی وابن عساکر والسیوطی فی الدر المنثور۔ یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرتؐ نے ارشاد کیا کہ تین شخصوں نے ہرگز خدا سے کفر نہیں کیا ہے مومن آل یاسین (حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والا) اور علی ابن ابی طالب اور فرعون کی بیوی آسیہ۔

عن الحسن بن مدائنی قال لا یعبد الاوثان قط لصغرہ ومن ثم یقال کرم اللہ وجہہ دون غیرہ من الصحابة اخرجہ ابن سعد فی الطبقات وابن عبد البر فی الاستیعاب وشیخ قاصعہ بن قطلوان الحنفی فی مسندہ المشہور بمسند ابی حنیفہ یعنی حسن بن مدائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے بچپن سے ہرگز بتوں کی پرستش نہیں کی اسی وجہ سے ان کو کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے یعنی خدا نے ان کے منہ کو بزرگ کیا تھا کہ وہ بتوں کے آگے کبھی نہیں جھکے اور یہ لقب ان کے سوا اور اصحاب کے حق میں نہیں بولا جاتا۔ ازالۃ علامہ بدخشی" (ارجح المطالب ص۴۰۱)

قال رسول اللہؐ لقد صلت الملائکۃ علی وعلی علی لانا کنا نصلی لیس معنا احد یصلی غیرنا (ریاض نضرہ جلد ۲ ص۱۶۵)	حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ یقیناً فرشتے مجھ پر اور علی پر برابر درود بھیجتے رہے ہیں۔ کیونکہ ہم دونوں اُس وقت سے نماز پڑھتے ہیں جب اور کوئی بھی ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تھا۔

اس عبارت میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ لوگوں کے مسلمان ہونے سے کس قدر پہلے سے حضرت امیرالمومنین عبادت خدا بجا لاتے تھے۔ مگر دوسری روایتوں میں یہ واضح طور پر موجود ہے۔ آنحضرت صلعم ہی نے فرمایا ہے:۔

ان الملائکۃ صلت علی وعلی علی سبع سنین قبل ان یسلم بشر (کنز العمال ج ۶ ص۱۵۶)	کسی شخص کے مسلمان ہونے سے سات برس پہلے سے فرشتے مجھ پر اور علی پر درود بھیجتے رہے ہیں۔

پہلی روایت میں آنحضرت صلعم نے فرشتوں کے درود بھیجنے کی وجہ یہ فرمائی ہے کہ یہ دونوں حضرات نماز پڑھتے تھے اور دوسری روایت میں فرشتوں کے درود بھیجنے کی مدت ذکر کی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ حضرات اسلام کے سات برس پہلے سے نماز پڑھتے تھے۔ اُس وقت حضرت امیرالمومنینؑ کی عمر صرف تین سال کی تھی۔ اس لئے کہ آپ حضرت رسولخدا صلعم سے ۳۰ سال چھوٹے تھے اور آنحضرتؐ ۴۰ سال کی عمر میں پیغمبر ہوئے۔ اس وقت جناب امیرؑ دس سال کے تھے اور سات سال پہلے سے آپ آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی شخص بغیر ایمان لائے اور معرفت حاصل کئے ہوئے دفعۃً نماز نہیں پڑھنے لگتا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ جناب امیرؑ نے تین برس کی عمر میں اپنا ایمان بھی ظاہر فرمادیا تھا اور عبادت بھی کرنے لگے تھے۔ آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا:۔

اول من صلی معی علی (کنز العمال ج ۶ ص۱۵۶)	سب سے پہلے علی نے میرے ساتھ نماز پڑھی۔

یہ عبارت بھی ہمارے قول کی تائید کرتی ہے۔

قال رسول اللہؐ صلت الملائکۃ	حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ فرشتے مجھ پر

علی وعلی علی سبع سنین وذلک انہ لم ترفع شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الی السماء الا منی و من علی (ینابیع المودۃ ص۵)	اور علیؑ پر سات برس تک درود بھیجتے رہے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت آسمان تک اور کسی کے ذریعہ سے بلند نہیں ہوئی۔ بس یا میرے ذریعہ سے بلند ہوئی یا علیؑ کے ذریعہ سے۔

لیکن کسی روایت سے نہیں ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کے متعلق بھی کبھی فرمایا ہو کہ انھوں نے کبھی کفر نہیں کیا۔ کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا یا بت پرستی نہیں کی۔ زیادہ عجیبت ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے خود فرمایا کہ "یا رسول اللہؐ آپ کی زندگی کی قسم میں نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا" اور حضرت عمر نے ان کے منہ پر حضرت رسول خداؐ کے سامنے ان کی تکذیب کردی تب بھی آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کی تائید یا حضرت عمر کی تکذیب کر کے یہ نہیں فرمایا کہ ہاں میں بھی یہ جانتا ہوں کہ انھوں نے بتوں کو سجدہ نہیں کیا بلکہ کسی اور صحابی نے بھی حضرت ابوبکر کے اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سے قبل بت پرستی چھوڑنے والوں کی جو فہرست اسلام کے علمار محققین نے لکھی ہے اس میں حضرت ممدوح کا نام ذکر نہیں کیا۔ زیادہ تفصیل کی کیا ضرورت ہے شمس العلمار مولوی شبلی صاحب نعمانی نے کس محنت تحقیق اور ہزاروں کتابوں کی تلاش سے حضرت عمر کی سوانح عمری لکھی۔ ممدوح اسی سوانح عمری میں تحریر فرماتے ہیں" زید جو نفیل کے پوتے اور حضرت عمر کے چچازاد بھائی تھے نہایت عالی درجہ شخص تھے وہ اُن ممتاز بزرگوں میں تھے جنہوں نے رسول اللہ صلعم کی بعثت سے پہلے اپنے اجتہاد سے بت پرستی کو ترک کر دیا تھا اور موحد بن گئے تھے۔ ان میں زید کے سوا باقیوں کے یہ نام ہیں، قس بن ساعدہ۔ ورقہ بن نوفل" (الفاروق ص۲۵) اس سے زیادہ اطمینان بخش تحقیق اور کیا ہو گی کہ جناب مولوی صاحب اُن لوگوں کے نام جنھوں نے قبل بعثت بت پرستی ترک کردی تھی تحریر فرماتے ہیں اور ان میں زید کے علاوہ جو بزرگ اس صفت سے متصف تھے ان سب کے نام بھی لکھ دیتے ہیں مگر حضرت ابوبکر کا نام ان میں ذکر نہیں کرتے!!!

اگر واقعاً حضرت ممدوح نے بت پرستی ترک کی ہوتی تو مولوی شبلی صاحب آپکا نام کیوں چھوڑ دیتے درصورتیکہ انھوں نے قس بن ساعدہ اور ورقہ بن نوفل تک کا نام لکھ دیا۔ اس سے زیادہ تفصیل شمس العلماء ممدوح نے اپنی دوسری کتاب میں کی ہے فرماتے ہیں "بت پرستی کی برائی کا خیال بتوں کے دل میں آیا لیکن اس کا تاریخی زمانہ آنحضرتؐ کی بعثت سے کچھ ہی پہلے شروع ہوتا ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی بت کے سالانہ میلہ میں ورقہ بن نوفل۔ عبد اللہ بن جحش عثمان بن الحویرث۔ زید بن عمرو بن نفیل شریک تھے۔ ان لوگوں کے دل میں دفعۃً یہ خیال آیا کہ یہ کیا بیہودہ پن ہے کہ ہم ایک پتھر کے سامنے سر جھکاتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ کسی کا نقصان کرسکتا ہے نہ کسی کو فائدہ پہونچا سکتا ہے۔ یہ چاروں قریش کے خاندان سے تھے ورقہ حضرت خدیجہ کے برادر عم زاد تھے۔ زید حضرت عمر کے چچا تھے۔ عبد اللہ بن جحش حضرت حمزہ کے بھانجے تھے عثمان عبد العزیٰ کے پوتے تھے۔ زید دین ابراہیمی کی تلاش میں شام گئے وہاں یہودی اور عیسائی پادریوں سے ملے لیکن کسی سے تسلی نہیں ہوئی اس لئے اس اجمالی اعتقاد پر اکتفا کیا کہ میں ابراہیم کا مذہب قبول کرتا ہوں ... ورقہ اور عبد اللہ بن جحش اور عثمان بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گئے۔ اسی زمانہ کے قریب امیہ بن ابی صلت نے جو طائف کا رئیس اور مشہور شاعر تھا۔ بت پرستی کی مخالفت کی ... اور بت پرستی کو چھوڑ کر دین ابراہیمی اختیار کرلیا تھا ... ابن ہشام نے بت پرستی کی مخالفت کرنے والوں میں ان ہی چاروں کا نام لکھا ہے لیکن اور اور تاریخی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب میں اور متعدد اہل نظر پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے بت پرستی سے توبہ کی تھی۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور شخص عرب کا نامور خطیب قس بن ساعدۃ الایادی ہے ... ایک اور شخص قیس بن نشبہ تھا" (سیرۃ النبی مولوی شبلی صاحب جلد ا ص ۹۲) ممدوح ہی پھر ایک جگہ لکھتے ہیں "بعثت سے پہلے فیض الٰہی کی خفیف شعاعیں عرب میں پھیلنی شروع ہو گئی تھیں چنانچہ قس بن ساعدہ ورقہ بن نوفل، عبید اللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث، زید بن عمرو بن نفیل نے

بت پرستی سے انکار کردیا تھا" (سیرۃ النبی جلد ا صا ۱۴۱) اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مولوی شبلی صاحب کو اس وقت حضرت ابوبکر کا خیال نہ رہا ہو اس وجہ سے ان کا نام لکھنا بھول گئے ہوں تو ایسا بھی نہیں ہے کیونکہ ممدوح نے ص۱۴۲ میں حضرت رسولخدا صلعم کے "احباب خاص" کے عنوان میں حضرت ابوبکر کا نام سب سے پہلے اور خاص امتیاز سے لکھا ہے۔ اور اس سے ایک ہی صفحہ قبل یعنی ص۱۴۱ میں بت پرستی سے انکار کرنے والوں کا نام لکھا ہے پھر وہ اس جگہ ممدوح کا نام کیسے بھول سکتے تھے؟ اور ممدوح نے اپنی طرف سے تو کوئی قول لکھا نہیں بلکہ تاریخی کتابوں سے یہ چیزیں ذکر کی ہیں۔ جب معتبر کتابوں میں یہ بیان ہی نہیں ہے تو ممدوح کیا کر سکتے تھے۔ اور مذاہب و ادیان عرب کے بڑے محقق علامہ شہرستانی نے مذاہب عرب کے بیان میں لکھا ہے:-

وکان ابوبکر ممن یعبر الرؤیا فی الجاھلیۃ	حضرت ابوبکر بھی زمانہ جاہلیۃ میں خواب کی تعبیر بیان کرتے تھے۔

اس کے صرف ۶ سطروں کے بعد ممدوح نے ان لوگوں کی تفصیل دی ہے جو اس زمانہ میں بت پرستی سے الگ ہو گئے تھے۔ ان میں زید۔ امیہ۔ قس بن ساعدہ۔ عامر بن ظرب۔ عبداللہ بحر بن ثعلب۔ زہیر بن ابی سلمے۔ علاف بن شہاب التیمی کا نام لکھا ہے مگر حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ تک نہیں ہے (ملل ونحل برحاشیہ کتاب الفصل جلد۳ ص۲۲۲ مطبوعہ مصر) اگر واقعاً حضرت ابوبکر نے بھی بت پرستی کو ترک کر دیا ہوتا تو اتنے بڑے محقق اپنے ایسے جلیل القدر پیشوا سے کیوں تعصب برتتے کہ اور لوگوں کا ذکر کرتے اور حضرت کا نام خاص کر چھوڑ دیتے۔ علامہ موصوف نے صرف اس زمانہ ہی کے تارکین بت پرستی کا ذکر نہیں کیا بلکہ کچھ قبل کے بزرگ تک کا نام لکھ دیا ہے (چنانچہ جناب قصی کے متعلق لکھا ہے :-

وکان قصی ابن کلاب ینھی عن عبادۃ غیر اللہ من الاصنام وھو القائل ع ارباً واحد ام الف رب	جناب قصی بن کلاب (حضرت ہاشم کے دادا) خدا کے سوا دوسروں خاص کر بتوں کی عبادت سے منع کرتے تھے۔ انھیں نے یہ شعر کہے ہیں۔

ادین اذا القسمت الامور	جب امور کی تقسیم ہو تو میں ایک معبود کو مانوں یا
ترکت اللات والعزیٰ جمیعا	ہزار معبودوں کو۔ میں نے لات اور عزّیٰ
کذلک یفعل الرجل البصیر	(بلکہ) سب (بتوں) کو چھوڑ دیا۔ اور
(ملل ونحل جلد ۳ ص۲۳۵)	جو شخص سمجھدار ہوگا ایسا ہی کرے گا۔

اور بہت قدیم مورخ علامہ ابن ہشام نے بھی بت پرستی ترک کرنے والوں میں انھیں لوگوں کا نام لکھا ہے جن کو علامہ شبلی نے ذکر کیا اور جن کی عبارت اوپر نقل کی گئی۔ بڑا تعجب اس بات پر ہے کہ خود حضرت ابوبکر کی صاحب زادی جناب اسمار کی ایک روایت اسی سیرۃ ابن ہشام میں ہے جس میں وہ زید کی حالت اس طرح بیان کرتی ہیں:۔

عن اسماء بنت ابی بکر رض قالت رأیت زید بن عمرو بن نفیل شیخا کبیرا مسندا ظهره الی الکعبة وهو یقول یا معشر قریش والذی نفس زید ابن عمرو بیده ما اصبح منکم احد علی دین ابراهیم غیری ثم یقول اللهم لوانی اعلم ای الوجوه احب الیک عبدتک به ولکنی لا اعلمه ثم یسجد علی راحته۔ (سیرۃ ابن هشام جلد ۱ ص۱۲۱ بر حاشیه زاد المعاد)	حضرت ابوبکر کی صاحبزادی اسمار بیان کرتی تھیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ بڑے بوڑھے ہیں اور اپنی پیٹھ کو خانہ کعبہ سے لگا کر کہتے ہیں کہ اے قریش کے لوگو! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں زید بن عمرو کی (یعنی میری) جان ہے آج حضرت ابراہیم کے مذہب پر تم لوگوں میں میرے سوا کوئی نہیں ہے۔ پھر کہتے تھے اے خدا اگر میں جانتا کہ تجھ کو اپنی عبادت کس طرح سب سے زیادہ پسند ہے تو ضرور اسی طرح تیری عبادت کرتا۔ لیکن مجھے تو وہ عنوان معلوم ہی نہیں ہے۔ پھر اپنی ہتھیلی پر سر رکھ کر سجدہ کر لیتے تھے۔

اس روایت میں جناب اسمار اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ زید کو انھوں نے اس طرح دیکھا۔ اُس وقت وہ اپنے والد ماجد کے طرز عمل کو بھی ضرور دیکھتی ہونگی۔ اگر حضرت ابوبکر نے بھی بت پرستی کو چھوڑ دیا ہوتا تو جناب اسمار آپکی حالت زیادہ زور سے بیان کرتیں اور کہتیں کہ زید نے یہ دعویٰ غلط کیا ہے میرے ابا جان بھی بت پرستی ترک کر چکے تھے۔ یا کم از کم یہی

فرماتیں کہ اگرچہ میرے والد صاحب نے حضرت ابراہیم کا دین نہیں اختیار کیا لیکن وہ بت پرستی کو چھوڑ چکے تھے یا یہ کہ انھوں نے بت کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ جناب موصوفہ ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئی تھیں (اصابہ جلد ۸ صفحہ) اور زمانہ جاہلیت کے حالات ۱۴ سال تک اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرچکی تھیں۔ اگر حضرت ابوبکر نے بت پرستی اس زمانہ میں ترک کی ہوتی تو موصوفہ سب سے پہلے اپنے گھر کی حالت بیان کرتیں بلکہ اپنے والد ماجد کے اس دینی کارنامہ پر مدۃ العمر فخر کرتی رہتیں حضرت عائشہ بھی زمانہ جاہلیت کے بہت سے واقعات بیان کرتی تھیں۔ اگر انھوں نے اپنے دادا یا دادی سے یا والد صاحب سے یا والدہ صاحبہ سے یا کسی اور شخص سے کبھی بھی یہ سنا ہوتا کہ حضرت ابوبکر نے بت پرستی نہیں کی یا بتوں کو کبھی سجدہ نہیں کیا تو موصوفہ اس مسئلہ میں خاموش نہیں رہتیں بلکہ اپنی زندگی بھر اس فضیلت کو ہر شخص سے نہایت افتخار و مباہاۃ سے ذکر فرمایا کرتیں۔ اور یہ خیال کہ پھر کسی نے تصریح سے کیوں نہیں لکھا کہ حضرت ابوبکر نے بھی بت پرستی کی یا بتوں کو سجدہ کیا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ قریش اتنی بڑی جماعۃ کے کس کس شخص کا نام لکھا جاتا اور کس کو اس کی ضرورت تھی؟ کیا حضرت عمر یا حضرت عثمان کے نام کی تصریح ہے کہ انھوں نے بتوں کو سجدہ کیا تھا؟ بلکہ قریش کی جو فردیں آخر وقت تک اسلام کے خلاف رہیں اور کبھی بھی مسلمان نہیں ہوئیں ان کے نام کی تصریح کرکے کس نے لکھا ہے کہ انھوں نے بت پرستی کی تھی؟ ابولہب۔ ابوجہل۔ حکم بن عاص۔ عقبہ ابن ابی معیط جو کفار قریش کے سردار تھے کیا ان کا نام لکھ کر تصریح سے کسی نے بتایا ہے کہ یہ لوگ بتوں کو سجدہ کرتے تھے؟ بس اجمالی طور پر یہ بتا دیا ہے کہ فلاں قبیلہ فلاں بت کو پوجتا تھا جیسے علامہ شہرستانی نے لکھا ہے:۔ اما اللات فکانت لثقیف بالطائف والعزے لقریش وجمیع بنی کنانہ وقوم من بنی سلیم یعنی لات کی پرستش طائف میں اور عزے کی قریش اور بنی کنانہ اور بنی سلیم میں ہوتی تھی (ملل ونحل جلد ۳ صفحہ ۲۲۳)۔ ہاں جن لوگوں نے بت پرستی ترک کردی تھی ان کی فہرست دے دی جس میں حضرت ابوبکر کا نام نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ بھی اس وقت بت پرست تھے ورنہ محدثین و مورخین اسلام اس فہرست میں آپکا نام سب سے اوپر لکھتے۔

دوسرا حصّہ

اسلام لانے کے بعد سے ہجرت تک کے حالات

پہلی فصل

قبول اسلام

حضرت رسولخدا صلعم بچپن سے معصوم تھے اور کبھی کوئی کام آپ نے مرضی خدا کے خلاف نہیں کیا۔ شرک اور بت پرستی کو ہمیشہ بُرا سمجھا۔ علامہ شبلی نے لکھا ہے "یہ قطعاً ثابت ہے کہ آپ بچپن اور شباب میں بھی جب کہ منصب پیغمبری سے ممتاز نہیں ہوئے تھے مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے" (سیرۃ النبیؐ جلد ا صفحہ ۱۳۹) لیکن مصلحۃ الٰہی کے مطابق حضرتؐ اپنی زندگی کے چالیسویں سال پیغمبر ہو کر مبعوث ہوئے۔ اُس وقت حضرت ابوبکرؓ ۳۸ سال کے یا اس سے زیادہ عمر کے تھے۔ اور پہلے آپکے سابق مذہب کی تحقیق ہو چکی کہ آپ مثل دوسرے لوگوں کے بُت پرست یا زندیق تھے کیونکہ اُس وقت یہی دو مذہب قریش میں موجود تھے (حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۱۶۹) لیکن آپ کا اُس وقت کوئی بھی مذہب ہو یہ یقینی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کے مبعوث ہوتے ہی حضرت ابوبکر نے اپنے سابق مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لیا اور اسی وجہ سے بہت لوگوں کا خیال ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی مسلمان ہوئے۔

کتابوں کے مطالعہ اور حالات دنیا کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنا مذہب بہت پیارا ہوتا ہے اور وہ اس کو جلد چھوڑنا نہیں چاہتا۔ والدین چھوٹ جاتے ہیں مگر مذہب نہیں چھوٹتا۔ زوجہ علحدہ ہو جاتی ہے مگر مذہب سے جدائی نہیں ہوتی۔ شوہر اولاد سب الگ ہو جاتے ہیں لیکن مذہب نہیں ترک کیا جاتا۔ باوجود اس کے دنیا کے بہت لوگ ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیتے ہیں جس کی چند وجہیں ہوتی ہیں مثلاً (۱) کسی دباؤ سے انسان اس پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی زبردست طاقت کسی کمزور شخص یا جماعت کو گرفتار کر کے اس پر دباؤ

ڈالے کہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر یہ مذہب اختیار کر لو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائیگا اور وہ شخص یا جماعت اپنی ہلاکت کے خوف سے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لے (۲) کسی مجبوری سے انسان دوسرے مذہب کو بخوشی قبول کر لیتا ہے۔ جیسے مختلف مقامات پر بعض غیر مسلم عورتوں کا ناجائز مخفی تعلق مسلمانوں سے ہو جاتا ہے اور جب وہ راز فاش ہوتا ہے اور ان عورتوں کی برادری ان کو اپنی ذات سے علٰحدہ کرتی ہے اور وہ کسی طرح اپنی سابق جماعت میں نہیں رہنے پاتیں تو مجبور ہوتی ہیں کہ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اپنی عافیت کا سامان کریں (۳) آزادی سے کامل تحقیق اور غور و فکر کرنے اور اپنے مذہب کو باطل اور دوسرے مذہب کو حق سمجھنے کے بعد بھی مذہب بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے یورپ کے بعض لوگوں نے عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لیا (۴) دنیا کے کسی لالچ سے بھی بہت لوگ اپنا مذہب بدل دیتے ہیں جیسے ہندوستانیوں کی بہت بڑی تعداد نے اس امید میں عیسائی مذہب اختیار کیا کہ اس میں داخل ہونے کے بعد ان کو آزادی حاصل ہوگی۔ دوسروں کے برابر حقوق ملیں گے تعلیم حاصل ہوگی۔ ملازمت ملے گی۔ اسی قسم کی اور کچھ وجہیں بھی ہو سکتی ہیں۔

حضرت رسولخدا صلعم نے جب لوگوں کو اسلام کیطرف بلایا تو سب سے پہلے چار شخصوں کے اسلام قبول کرنے کا دعوے کیا جاتا ہے (۱) حضرت خدیجہ (۲) حضرت ابوبکر (۳) حضرت علی (۴) حضرت زید۔ اور اولیت اسلام کی بحث انھیں چار میں دائر بیان کی جاتی ہے۔ یعنی انھیں سے کسی نے پہلے اسلام قبول کیا۔ ان سے حضرت خدیجہ کی یہ حالت تھی کہ حضرت صلعم جب ۲۵ سال کے تھے متعدد قومی کاموں میں شریک ہو چکے تھے۔ تجارت کے کاروبار کے ذریعہ سے لوگوں کے ساتھ معاملات پیش آتے تھے۔ اس بنا پر آپ کے حسن معاملہ، راست بازی، صدق و دیانت اور پاکیزہ اخلاقی کی شہرت ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ زبان خلق نے آپ کو صادق اور امین کا لقب دے دیا تھا۔ غرض جناب خدیجہ نے اُس وقت حضرت میں وہ کل انسانی کمالات دیکھے جن سے حضرت کو سب سے اشرف و اعلے سمجھا اور خود تحریک کر کے حضرت سے شادی کر لی۔ پھر کامل ۱۵ سال ہر وقت ساتھ رہنے کی وجہ سے حضرت کی صدق بیانی۔ حق پرستی اور دوسرے حسنہ صفات کا زیادہ مشاہدہ کر چکی تھیں۔ ان وجوہ سے گویا ان کا دل تیار ہو چکا تھا کہ حضرت جس ممکن بات کا بھی دعوے فرمائیں وہ قبول کر لیں۔ چنانچہ جب حضرتؐ نے فرشتہ کے آنے۔ وحی کے نازل

ہونے کا خیال ظاہر کیا تو انھوں نے تسلیم کرلیا۔ نبوت کا دعوےٰ کیا اور انھوں نے مان لیا۔ اس طرح آپ کا اسلام تحقیقی اسلام قرار پایا۔

جناب زید حضرتؐ کے آزاد کردہ غلام اور بندۂ خاص تھے بچپن سے حضرتؐ کے پاس رہے اور حضرتؐ نے ان کو اس طرح مانا کہ گویا حضرتؐ کے فرزند سمجھے جاتے تھے۔ ان کو بھی حضرتؐ کے کل کمالات کے مطالعہ کرنے کا پورا موقع ملا جس سے وہ بہ سہولت سمجھ سکتے تھے کہ حضرتؐ معمولی انسانوں سے بہت زیادہ بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ بھی گویا آمادہ تھے کہ حضرتؐ اپنے متعلق جو فرمائیں اس کو مان لیں۔ اس طرح ان کا اسلام بھی تحقیقی اسلام تھا۔

حضرت علیؑ کو تو اس فہرست میں رکھنا ہی نہیں چاہیئے کیونکہ آپ اسلام کے قبل کافر تھے ہی نہیں۔ کفر نے تو کسی وقت حضرتؑ کو مس بھی نہیں کیا۔ مورخ سیوطی نے حضرتؑ کے حال میں لکھا ہے:۔

ولم یعبد الاوثان قط (تاریخ الخلفاء ص۱۱۳)	حضرت علی نے کبھی بھی بت پرستی نہیں کی۔

اور خود حضرت رسولخدا صلعم نے اعلان فرمادیا کہ:۔

ثلاثۃ ما کفروا باللہ قط مؤمن آل یاسین وعلی ابن ابی طالب وآسیۃ امرأۃ فرعون (تفسیر در منثور جلد ۵ ص۲۶۲)	تین شخصوں نے کبھی کفر نہیں اختیار کیا۔ ایک مومن آل یاسین۔ دوسرے علی ابن ابی طالب۔ تیسری فرعون کی بیوی آسیہ۔

اور اس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ حضرت علی بہت قبل ہی سے حضرت رسولخدا صلعم کے ساتھ تھے۔ خود آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:۔

کنت انا وعلی نوراً بین یدے اللہ تعالےٰ قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام (ریاض نضرہ جلد ۲ ص۱۶۴)	ولادت حضرت آدم کے چودہ ہزار برس پہلے سے میں اور علی خدا کے سامنے ایک نور کی صورت میں رہتے تھے۔

اسی سبب سے خدا نے بھی اپنے عرش پر نہ معلوم کتنی مدت قبل حضرت رسولخدا صلعم

لا یدعونا الا الی الخیر فالزمه (تاریخ طبری جلد ۲ صـ۲۱۳ تاریخ کامل جلد ۲ صـ۲۱)	نے کہا ہاں وہ ہم لوگوں کو اچھے ہی دین کیطرف بلاتے ہیں ۔ تم ضرور حضرت کے ساتھ رہو۔

ان وجوہ سے حضرت علی کا ایمان بھی ویسا ہی تحقیقی تھا جیسا حضرت رسولخدا صلعم کا اور اسی غور و فکر کا نتیجہ تھا جو حضرت رسولخدا صلعم کو خدا کی طرف سے مرحمت ہوئی تھی کیونکہ حضرت نے اپنے کل علوم و معارف جناب امیرؑ کو تعلیم فرما دیئے تھے اور حضرت علی نے بھی ان کل علوم و معارف کو اس درجہ سمجھکر حاصل کیا کہ خود حضرت رسولخدا صلعم کو اعلان کر دینا پڑا کہ :-

انا مدینة العلم و علی بابها (ریاض نضرہ جلد ۲ صـ۲۱۳)	میں علم و معرفۃ کا شہر ہوں اور علی اُس کے دروازے ہیں۔

لیکن حضرت ابوبکر کا فوراً مذہب اسلام قبول کر لینا ایک معمے سا معلوم ہوتا ہے ۔ کوئی دباؤ نہیں تھا کسی قسم کی مجبوری نہیں تھی اور ایک دن میں تحقیق کرنے کا موقع بھی نہیں مل سکتا تھا۔ پھر آنحضرت صلعم کے اسلام پیش کرنے کی خبر سنتے ہی کیوں اس کو قبول کر لیا ۔ خود آنحضرت صلعم ہی کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے بغیر غور و فکر کے اسلام قبول کر لیا بلکہ آنحضرتؐ کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ آپ کے اس طرح اسلام قبول کرنے پر آنحضرت کو بڑی حیرت ہوئی ہوگی ۔ علامہ سیوطی و علامہ محب طبری نے لکھا ہے :-

کان رسول اللهؐ فیما بلغنی یقول ما دعوت احدا الی الاسلام الا کانت منه عنده کبوة و نظر و تردد الا ما کان من ابی بکر بن ابی قحافه ما عکم عنه حین ذکرته له وما تردد فیه (ریاض نضرہ ج ۱ صـ۵۳ و تاریخ الخلفاء صـ۲۴ وغیرہ)	حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ میں نے جس جس شخص کو اسلام کی طرف بلایا اس نے یا اسمیں کچھ توقف کیا ۔ یا غور و فکر کی ۔ یا تردد کیا سوا ابوبکر بن ابو قحافہ کے کہ میں نے ان سے ذکر کیا تو انھوں نے کچھ انتظار تک نہیں کیا ۔ نہ ان کو کسی قسم کا تردد ہوا (فوراً قبول کر لیا)

جن لوگوں نے توقف کیا یا غور و فکر کی ان کا عذر واضح ہے کہ دنیا میں کوئی شخص بغیر غور و فکر کیئے بغیر سمجھے ۔ بغیر تحقیق کیئے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب فوراً نہیں اختیار کر لیتا ہے انسان کوئی جائداد خریدتا ہے ۔ کوئی معاملہ کرتا ہے ۔ کہیں شادی بیاہ کے تعلقات

کاپی نویس کی ضرورت

دفتر اصلاح کو فوراً ایک اچھے کاپی نویس کی ضرورت ہے جن کا خط اصلاح کے اس نمبر کے خط سے کم نہ ہو۔ کھانا۔ ناشتا اور چائے قیام کے علاوہ بیس روپیہ ماہوار تنخواہ دیجائیگی۔ جو صاحب آنا چاہیں جلد اپنے خط کا نمونہ بھیجیں۔

المشتہر منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

رسالہ "حقائق" لکھنؤ جلد دوم

چندہ سالانہ چار روپیہ
چندہ ششماہی دو روپیہ ۸ آنہ

اور تفسیر قرآن پاک

رسالہ "حقائق" کا اجراء ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۵۳ھ کو ہوا تھا اور گذشتہ ایک ہی سال میں جو اہم علمی و ادبی خدمات اس دینی رسالہ نے انجام دیئے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ قطع نظر دیگر گران قدر مضامین کے جو ہر نمبر میں پیش کئے جاتے رہے قابل فخر اور امتیازی شان رکھنے والی چیز "تفسیر کلام پاک" کی اشاعت ہے۔ جو حضرت سید العلماء دام ظلہ (سرپرست امامیہ مشن) کے قلم معجز رقم سے از ابتدا تا ایندم بما شاء اللہ جاری ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں جلد اول میں جو کچھ شایع ہو چکا ہے وہ حقیقتاً تمہید کی حیثیت رکھتا ہے اور آئندہ اسکو امامیہ مشن کی طرف سے کتابی صورت میں علحدہ بھی شایع کیا جاوے گا۔

شعبان ۱۳۵۴ ہجری یعنی جلد ۲ نمبر ۱ سے "اصل تفسیر کلام پاک" کی ابتدا کی گئی ہے جس کا ایک ایک جزو ہر نمبر میں مسلسل شایع ہو رہا ہے (جس پر صفحات کے نمبر بھی علحدہ درج ہیں) اور اس طرح ہر خریدار "حقائق" کے پاس یہ گراں بہا ذخیرہ رفتہ رفتہ کتابی صورت میں جمع ہو جاوے گا۔ اس گرانقدر "تفسیر" کا ہر شیعہ کے گھر میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر افراد قوم نے جلد توجہ نہ کی تو پھر مثل سال گذشتہ کچھ عرصہ کے بعد بعض نمبروں کے ختم ہو جانیکی وجہ سے مکمل سلسلہ کا فراہم کرنا ممکن نہ ہوگا۔ لہذا جلد از جلد مبلغ چار روپیہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرما کر یا ہم کو وی پی روانہ کرنے کی اجازت دیکر اپنے اس صوری و معنوی دونوں حیثیتوں سے بلند رسالہ کی خریداری قبول فرمائیے۔ نمونہ کے لئے ۲ آنے کے ٹکٹ ارسال کیجئے۔ المشتہر منیجر رسالہ "حقائق" حسین آباد لکھنؤ

(سید فائزی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھاپ کر شایع کیا)

فہرست مضامین

سوانح عمری کے متعلق ایک نئی تجویز

چونکہ بفضل خدا کریم کے فضل و کرم سے سوانح عمری خلیفہ اوّل بہت مفید اور دلچسپ تسلیم کی جا رہی ہے اور علماء کرام اور اعیان ملت اسکے بہت مداح ہیں اس وجہ سے ضرورت ہے کہ جلد از جلد بہ کثرت مومنین کے ہاتھوں تک پہونچائی جائے بفضلہ تعالیٰ اسکے پہلے حصہ کے ۱۲۸ صفحے شایع ہو چکے اور ارادہ ہے کہ انشاء ۲۵۶ صفحے تک میں امسال اس کو تمام کر دیا جائے یعنی جو حضرات امسال اصلاح کے خریدار ہونگے انکو سوانح عمری کے ۲۵۶ صفحے بھی مل جائینگے چونکہ اصلاح کے گزشتہ نمبر تقریباً ختم ہو گئے مگر سوانح عمری کے صفحات کچھ زیادہ چھپوا لئے گئے تھے جو موجود ہیں اسوجہ سے عام اعلان کیا جاتا ہے کہ جو حضرات شعبان ۱۳۲۷ھ سے اصلاح کے جدید خریدار ہونگے انکو ذی الحجہ تک اصلاح صرف ۱۲ میں دیا جائیگا اور اس کے ساتھ سوانح عمری کے کل صفحات شروع سے اسوقت تک روانہ کر دیئے جائینگے۔ اسکا حساب یہ رہیگا کہ شعبان سے ذی الحجہ تک اصلاح کا چندہ ۱۲ اور سوانح عمری خلیفہ اوّل کے [illegible] ہیں۔ قیمت ۱۲ ار ہوگی۔ اور جو حضرات اصلاح کو تین جدید خریدار (اس طرح ۱۲ سے) عنایت فرمائینگے انکو یہ بھی دلچسپ رسالہ مسئلہ خلافت و امامت مفت روانہ کیا جائیگا جسکے مفصل حالات اس رسالہ کے آخری صفحہ پر لکھ دی گئی ہے۔ اسکو ضرور ملاحظہ کریں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۷ | ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۴ ہجری | جلد ۳۹

شکر باری تعالیٰ

الحمد للہ والشکر لہ کہ خدا نے ہم کو تپ سے صحت دی مگر پھر ۳۰ جمادی الاخرے سے ہم شدید نزلہ کھانسی وغیرہ شکایت میں مبتلا ہوئے جس سے ابھی تک شفاء کامل نہیں ہوئی مومنین سے امیدوار دعا ہیں کہ جلد صحت تامہ وقوت کاملہ مرحمت ہو اور اسکی تائید سے خدمت دین کا موقع ملے۔

سوانح عمری پر چند رائیں سوانح عمری خلیفہ اول کی مدح وثنا میں جو خطوط آتے رہتے ہیں ان سب کا ذکر کرنا بہت دشوار ہے۔ چند رائیں پہلے نقل کردی گئیں اور بعض اس وقت اور آئندہ بھی انشاء اللہ درج کی جائیں گی۔

"ڈلہوزی میں ایک بمدرد جناب محمد یوسف خاں صاحب نام کے ایک اور صاحب ہیں کے خریدار ہوئے تو ہم نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ وہی ہیں جو پہلے سے خریدار ہیں تو ممدوح نے لکھا "جناب بابو محمد یوسف صاحب آئی سی۔ ایس ہڈ کوارٹر لاہور کے وہ علحدہ ہیں۔ وہ آپکے پرانے خریدار ہوں گے میں تو نیا خریدار ہوں۔ وہ شیعہ ہیں اور میں اہلسنت والجماعت ہوں میں نے تو صرف سوانح عمری خلیفہ اول پڑھنے کے لئے اصلاح اپنے نام جاری کیا ہے [illegible] آپ مہربانی کرکے ہر ماہ سے پرچہ روانہ کردیا کریں"۔ اور جناب منشی صاحب پنشنر نے آنڈلو سے لکھا "سلسلہ سوانح عمری خلفاء ثلثہ کا عجیب تحریر ہے۔ کسی پر گراں نہیں گزرتا۔ تہذیب کی حد ہے۔ اور مرنجاں مرنج

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے خاندان کو سلامت رکھے اور آفات سے محفوظ رکھے۔ رنج و غم سے دور رکھے۔ جو کام اصلاح کر رہا ہے شاید ہی کسی نے ایسا کام کیا ہوگا۔ مگر قوم ہے کہ اور مذاہب کی طرح کوشش سے گریزاں ہے۔"

سوانح عمری پر ایک عالم جلیل کی رائے

جناب عمدۃ العلماء الکرام مولانا سید محمد داؤد صاحب قبلہ زنگی پوری دام معالیہم جو اپنی بلند پایہ علمی خصوصیات کی وجہ سے ہمارے ممتاز علماء کرام میں ہیں اور جناب ممدوح کئی سال سے ریاست رام پور کے دینی پیشوا کی حیثیت سے وہیں مقیم رہتے ہیں۔ سوانح عمری کے متعلق تحریر فرمایا ہے:۔ "دامت مفاخرکم السامیۃ و زادت مآثرکم النامیہ۔ السّلام علیکم و قلبی لدیکم۔ بندہ زندہ اور آپکے وجود بافیض کیلئے خدا سے دعاگو ہے رسالہ اصلاح میلادی نمبر چونکہ صاحب معراج کے حالات کا حامل تھا مثل براق زمین رام پور سے آسمان ... وری پر پہونچ گیا۔ اوسکی معنویت سے دل مسرور ہوا مگر میلادی نمبر کا نیلگوں لباس خوش نہ آیا۔ دو مہینہ کے ماتمی لباس کے بعد تو اظہار مسرت کے آثار زیبا تر تھے مگر خیر لباس التقویٰ ذٰلک خیر۔ آپ نے جو ایک نہایت ضروری دینی خدمت (سوانح اسلاف کی نقشہ کشی) کا ارادہ فرمایا ہے۔ ارادہ ہی نہیں بلکہ بعض حصص اوسکے مرتبہ قوۃ سے نکلکر فعلیت کا جلوہ دکھا رہے ہیں غیر معمولی تحسین و تمجید کا مستحق ہے۔ خدا آپ کے اس ارادہ میں برکت عطا فرمائے اور کامیابی کی صورت دکھائے اور اس اہم کو مرتبہ تکمیل تک پہنچائے مگر افسوس ہائے افسوس۔ من انصاری الی اللہ کی آواز پر نحن انصار اللہ کہنے والے اس زمانہ میں ایسے کمیاب ہیں کہ جو جمع قلت کے بھی مصداق نہیں ہو سکتے ؎ مادا التقاطع فی الاسلام بینکم۔ وانتم یا عباد اللہ اخوان الا نفوس ابیات لہا ھمم اما علی الخیر انصار واعوان۔ لیکن مولانا! آپ اپنے اس ارادۂ خیر میں استقلال سے کام لیجئے اور ولا تیئسوا من روح اللہ کو اپنا لائحہ عمل قرار دیجئے اور اک دھری سامنہ تو ملہ حتی نراک ومن انصار ک القدر۔ مبلغ ؏ روپیہ آپ کے سوانح عمری فنڈ کے لئے ارسال خدمت ہیں۔ امید کہ اس بے قدر اعانت کو قبول فرمائینگا فقیر آج کل مجاورت شاہی زیہ معیت الٰہی پہاڑوں پر عرصہ سے بسر کر رہا ہے اور مناظر قدرت پیش نظر یا دالہی کی صورتیں تو نظروں کے

سامنے ایک سے ایک بہتر۔ مگر ہاں بصارت کے ساتھ بصیرت درکار۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ فقط آپ کا خیر طلب "محمد داؤد الحسینی"

شیعہ دار المصنفین

ہمارے ذہن سے شیعہ دار المصنفین کا خیال دور نہیں ہوتا بلکہ اب ہم اپنی علالت کے بعد اس کو اپنی زندگی کا نہایت اہم فرض سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جب تک ایک مضبوط جماعۃ مصنفین ایسی نہیں ہیگی جو حمایۃ دین میں شب و روز منہمک رہے اُس وقت تک دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ہم کھڑے نہیں رہ سکیں گے اور نہ ہماری فردیں انکے حملوں کے آثار سے محفوظ رہ سکیں گی۔ جناب مولانا سید محمد داؤد صاحب قبلہ دام برکاتہم نے جو ۲۵ بھیجے اس کو بھی ہم نے شیعہ دار المصنفین فنڈ ہی میں جمع کر دیا۔ اس کے قبل قدیم معین اصلاح عالی جناب مولوی حکیم سید ابومحمد صاحب رئیس فتحپور دام عزہ کی مساعی جمیلہ سے عالی جناب ٹھاکر سید میر حید رصاحب تعلقہ دار بہوا ضلع رائے بریلی دام اقبالہ نے اعانت اصلاح میں عنایت فرمائے تھے۔ اب اس رقم کو بھی ہم نے شیعہ دار المصنفین فنڈ ہی میں منتقل کر دیا۔ اس طرح اسکی میزان ۱۲۵ تک پہونچ گئی۔ خدا کرے بارہ سو روپیہ جلد پورے ہوجائیں تاکہ کم از کم سال بھر کے لئے دو شیعہ جید عالموں کے خدمات حاصل کر کے کام شروع کر دیا جائے۔ ہم کو صرف خلفاء ثلثہ۔ بنو امیہ و بنو عباس کے سچے حالات ہی نہیں ظاہر کرنے ہیں بلکہ یورپ کی طرف سے جو طوفان لامذہبیت اور دہریت اُمنڈی ہوئی آرہی ہے اس سے بھی اپنی افراد کو بچانے کی شدید ضرورت ہے۔ اب تو اسلام ہی کی خیریت نہیں نظر آتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بفضلہ شیعوں پر حضرات اہلسنت کی کسی کوشش کا اثر نہیں ہوتا۔ مگر ان پر جدید فیشن۔ بے پردگی۔ مذہب سے لاپروائی۔ سینما بائسکوپ اور دیگر فواحش کی عقلی خوبیوں کا جادو زیادہ اثر کرتا جاتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ ان کی برائیوں کے خیال کو حماقۃ و جہالۃ سمجھتے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے شدید ضرورت ہے کہ ایسے ناولوں کا سلسلہ شروع کیا جائے جن میں مذکور بالا امور کی خرابیاں اور مذہبی خیالات کی خوبیاں دکھانے کی کوشش کی جائے۔ اور یہ سب اُس وقت ہوگا جب ایک مضبوط شیعہ دار المصنفین قائم ہو جائے۔ **اگر صرف** دس روپیہ سالانہ دینے والے ۱۲۰ حضرات اس کے ممبر ہوجائیں تو شیعہ دار المصنفین فوراً قائم ہوجائے کیا آپ بھی اس کے ممبر ہوں گے؟

حضرت علیؓ اور فنون جنگ

دنیائے اسلام حضرت علی ابن ابیطالب کی ذات والاصفات سے ناواقف نہیں ہے۔ خاندان بنی ہاشم کا یہ وہ چشم و چراغ اور رسول اکرم کا یہ وہ قوت بازو تھا جس نے متعدد معرکہ آرائیوں میں اپنی قیمتی جان آنحضرت کی خدمت میں بطور نذر پیش کردی۔ شمع رسالت کا یہ وہ پروانہ تھا جس نے اپنی ہستی کو رسول پر سے فدا کرنے میں کبھی دریغ نہیں کیا بلکہ جب کبھی ایسا موقع آیا تو سب سے پہلے بھائی پر سے فدا ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔ شب ہجرت کا واقعہ اب تک اس امر میں آپکی داد شجاعت دے رہا ہے میرے خیال میں دنیا کا کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جسکے کان حضرت علی کی بے نظیر ذات سے نا آشنا ہوں آپ کے کمالات نفسانی اور فضائل ذاتی کا تذکرہ نہ صرف اہل اسلام کی زبانوں پر موجود ہے بلکہ دنیا کی اکثر تاریخوں میں جلی اور سنہرے حرفوں میں زینتِ ورق ہے جسے زمانہ قیامت تک مٹا نہیں سکتا یوں تو میرا اعتقاد ہے کہ اگر اوصاف کمال کو حضرت علی کی ذات میں تلاش کیا جائے تو انشاء اللہ حضرت علی کی ذات تک انسانی کمالات کی انتہا ہوگی۔ زہد و ورع۔ اتقاء، علم و فضل و حکمت، سخاوت، عدالت، فقہ غرض جملہ علوم و فنون کا خزینہ آپ کے سینہ میں محفوظ ہے جسکے بیان کے لئے لا متناہی وقت کی ضرورت ہے اور نہ اس مختصر مضمون میں اسکی گنجائش ہے کیونکہ ارباب قلم کے مقالات اس غرض کو کافی حد تک پورا کرچکے ہیں لیکن میں اس مقام پر ناظرین کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ حضرت علی کو فن جنگ سے کس قدر واقفیت تھی اور اس میں آپکا کیا پایہ تھا۔

کتابوں کے دیکھنے سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے اسکی بنا پر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ آپکی ذات اس امر میں دوسرے کی مرہون تعلیم نہ تھی اور نہ کسی دوسرے سے سیکھکر یہ کمالات جنگ آپنے حاصل کئے تھے بلکہ آغوش رسول میں پرورش پانے کے بعد ہی سے رگوں میں شجاعت کا خون جوش مارنے لگا اور چہرہ پر بہادری و جوانمردی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ نہ معلوم شیر فاطمہ بنتِ اسد میں کیا اثر تھا کہ بچپن ہی میں آپنے وہ کار نمایاں کیا جو کسی بہادر سے عالم شباب میں آسانی سے نہیں ہو سکتا یعنی کلہ اژدر کا چیر ڈالنا ایسا کام تھا جسے بازیچہ اطفال سمجھا جائے مگر یہ صرف آپکی خداداد قوتوں کا نتیجہ تھا جس کی نظیر سرزمین عرب کیا دنیا کے کسی حصہ میں بھی نہیں مل سکتی۔ یا مثلاً صفین کی صفوں میں صرف ایک کرتہ پہنے ہوئے بہادرانہ عنوان سے ٹہلنا۔ باب خیبر کا ہاتھوں پر اٹھا لینا

مرحب و عنتر جیسے مایۂ ناز عرب پہلوان کا قتل کرنا اور فتحیاب ہونا۔ عمرو بن عبدود کا سر کاٹ کر رسول کے قدموں پر نثار کر دینا (جیسا کہ تواریخ اسلامی کا ورق ورق شاہد ہے) یہ سب خصوصیات ایسے نہ تھے جو دوسروں کو نصیب ہو سکیں بلکہ یہ بتا رہے تھے کہ یقیناً یہ ہاشمی خون کا اثر ہے۔ اس خداداد شجاعت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچپنے ہی سے اسلامی جہاد کا شوق دل میں پرورش پانے لگا۔ شباب کی منزلوں میں قدم رکھتے رکھتے تو ساری سرزمین عرب پر سکہ جم گیا اسی ہیبت شجاعت نے مرحب کے پاؤں اکھیڑ دیئے۔ اسی شمشیر کی آنچ سے بڑے بڑے پہلوان جن کو اپنی تن آوری پر ناز تھا جل کر خاکستر ہو گئے۔ اسی تیغ حیدری نے سیکڑوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

غرض ایک طویل داستان ہے جسکے لکھنے کی نہ قلم میں طاقت اور نہ اسکی حاجت ہے۔ لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ آخر کیا زمانہ تھا کہ احد۔ خیبر۔ بدر۔ حنین۔ صفین۔ خندق وغیرہ وغیرہ جیسی معرکۃ الآرا لڑائیوں میں جہاں بہادروں کے قدم نہ ٹک سکیں۔ حضرت علی ہمیشہ کامیاب واپس آئے اور فتحیابی کا سہرہ آپ کے سر رہا وجہ صرف اتنی سی تھی کہ آپ فنون جنگ سے اس قدر واقف تھے اور اصول سپہ گری میں آپکو اتنی دسترس تھی جسکی کوئی نظیر عالم میں نہیں مل سکتی۔ اپنی تجربہ کاری پر اس قدر وثوق تھا کہ عظیم سے عظیم لشکر آپکی آنکھوں میں سماتا ہی نہ تھا اور نہ اس سے کوئی خوف و ہراس آپکے دل پر طاری ہوتا تھا۔ مختلف مقامات پر آپنے دوسرے کو بھی ان اصول کی تعلیم دی ہے اور بتایا ہے کہ جنگ کے وقت ایک بہادر کو کس طرح استقلال و ہمت سے کام لینا چاہیئے اور کس طرح بڑھ بڑھکر حملہ کرنا چاہیئے اور کس طرح میدان قتال میں اپنے قدموں کو زمین پر جما دینا چاہیئے تا کہ دشمن کے پرے کے پرے ٹوٹ پڑیں مگر پائے استقلال میں جنبش نہ پیدا ہو جنگ جمل کے موقع پر محمد بن حنفیہ کو آپنے تعلیم جنگ دی جس کا تذکرہ اب تک "نہج البلاغۃ" جیسی معتبر کتاب میں موجود ہے جو سنی شیعہ دونوں کی متفق علیہ چیز ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ " دانت کو دانت پر جما دو خدا کی راہ میں اپنے سر کو عاریت دیدو۔ زمین میں اپنے قدم کو نصب کر دو۔ سارے لشکر کو اپنی نگاہ میں رکھو۔ آنکھیں بند کر لو۔ اور یہ جان لو کہ نصرت خدا کے پاس سے آئیگی"۔ اس کلام کے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپنے اپنے فرزند کو وہ طریقے جنگ کے تعلیم فرمائے تھے جن پر کامیابی و فتحیابی کا دار و مدار ہے اور ایسی اصول سپہ گری سے آپ کو مطلع فرمایا تھا کہ جن پر وقت جنگ

ایک مجاہد کو عامل ہونا ضروری ہے۔ اس کلام کا ہر فقرہ آپ کے ماہر فن ہونے پر روشنی ڈالتا ہے خصوصاً یہ جملہ کہ سارے لشکر کو نگاہ میں رکھنا ایسا معنی خیز ہے جسکی تفصیل کرنے میں طول کا خوف ہے پھر دوسرا "آنکھ بند کرلو" کا جملہ اپنے دامن میں کامیابی کا وہ راز لئے ہوئے ہے جسے اہل نظر ہی سمجھ سکتے ہیں سطحی نگاہیں شاید یہ کہہ دیں کہ آپ نے محمد بن حنفیہ کو واقعی آنکھ بند کر لینے کی تعلیم فرمائی تھی لیکن باطن شناس نگاہیں اس پردہ میں کچھ اور ہی جلوہ دیکھ رہی ہیں۔ آپکی تعلیم کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ تمہیں دشمن سے بالکل بے خوف رہنا چاہیئے اس مقصد کو "آنکھیں بند کرلو" کے دو لفظوں میں ادا کر دیا کیونکہ اگر بہادر کے کانوں میں اسلحہ جنگ کی کھنکھناہٹ کی آواز سنائی دے یا اس کی نگاہوں میں تلوار کی چمک کی جھلک دکھائی دے تو ممکن ہے کہ اس کے جمے ہوئے قدم میدان جنگ سے اکھڑ جائیں اور اس پر کچھ نہ کچھ خوف و ہراس طاری ہو جائے اس لئے اسے ایسا بے پرواہ و نڈر ہونا چاہیئے کہ اسکی نگاہوں میں دشمن کا سامان جنگ معلوم ہی نہیں ہو۔ گویا اسکی آنکھیں بند ہیں۔

اسی نہج البلاغہ میں آپنے دوسری جگہ فرمایا ہے:۔

"خوف خدا کا لباس پہن لو اور سکون و وقار کی چادر اوڑھ لو دانت کو دانت پر جما دو۔ اس لئے کہ اس سے تلواریں سر سے اچٹ جاتی ہیں۔ زرہ کامل پہنو۔ تلوار کو کھینچنے کے قبل نیام میں کھٹکھٹا لو۔ کنکھیوں دیکھو۔ چپ و راست نیزہ مارو۔ تلوار کی دھار سے لڑو۔ قدم بڑھا کر تلوار مارو۔ جان لو کہ تم خدا کے سامنے ہو اور علی ابن عم رسول کے ساتھ ہو۔"

جنگ صفین میں لشکر کی تنظیم فرماتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں "زرہ پوش کو آگے کر دو بے زرہ والوں کو پیچھے کر دو جب نیزے پڑیں تو مڑ جایا کرو۔ کیونکہ یہ چیز نیزوں کو پھیلا دینے والی ہے۔ آنکھیں بند کرلو اس لئے کہ آنکھوں کا بند کرنا اضطراب دل کو دور کرتا ہے اور قلب کو ساکن کر دیتا ہے اپنی آوازوں کو پست کر دو کیونکہ یہ شکست کو دفع کرنے والی چیز ہے اپنے جھنڈے کو نہ جھکاؤ اور اس کو چھوڑ کر جدا نہ ہو۔ اور نہ قرار دو اس کو لیکن بہادروں کے ہاتھ میں۔"

معقل بن ریاح کو تین ہزار فوج کا سردار بنا کر شام کی جانب بھیجتے وقت یہ فرمایا:۔

"صبح و شام چلو اور دوپہر کے وقت قیلولہ کرنے کے لئے منزل کرو۔ رفتار میں نرمی رکھو۔ اول شب نہ چلو۔ اس لئے کہ خدا نے اول شب کو سکون کے لئے بنایا ہے اور اسے قیام کا وقت مقرر کیا ہے نہ سفر کرنے کا۔ اپنے بدن کو کچھ راحت دو اور اپنی سواری کو آرام پہونچاؤ۔ جب تم

قیام کر چکو یہاں تک کہ سپیدۂ سحر نمودار ہو اور فجر طالع ہو تو برکت خدا کے ساتھ چلو۔ جب دشمن سے مقابلہ کرو تو قلب لشکر میں کھڑے ہو اور ان سے اتنا قریب ہو کہ گویا تم آتش حرب بھڑکانا چاہتے ہو اور ان سے دور نہ ہو مثل اس شخص کے جو ان سے خوف رکھتا ہو یہاں تک کہ کوئی دوسرا حکم میرا تم تک پہونچے"۔

غرض مختلف مقامات پر آپ نے سرداران لشکر کی ہدایت فرمائی ہے جس کا زریں تذکرہ اسلامی تاریخوں میں تیرہ سو برس سے آج تک موجود ہے۔ جو بتاتا ہے کہ حضرت علیؑ فن جنگ میں اس قدر ماہر تھے کہ تمام روے زمین پر آپکی مثال دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے اور نہ تاریخ عالم کا کوئی ورق کسی ایسی ہستی کو پیش کر سکتا ہے جو آپ کے مقابل سمجھی جا سکے۔

ان ہی کمالات کا نتیجہ تھا کہ عرب جیسی مردم خیز زمین پر جہاں شجاعت اور جواں مردی کا پرچم لہرا رہا تھا حضرت علیؑ کا سکہ اس طرح جم گیا تھا کہ بڑے بڑے اسلحہ پوش بہادر جب آپکا نام سن لیتے تھے تو ان کے جوڑ بند خوف سے کانپنے لگتے تھے اس بنا پر بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ علی بن ابی طالب کے متعلق جو کچھ بھی نظریات ہوں لیکن فن جنگ اور حمایت اسلام میں بہادرانہ کارناموں کے متعلق سوائے اقرار کے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا (انصاف)"۔ (منقول از اخبار الحائینہ مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

قابل توجہ پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب بہار و اڑیسہ جناب عالی! ماہوار رسالہ اصلاح اس صوبہ میں ۳۹ سال سے جاری اور ہندوستان سے باہر بھی بڑے بڑے ملکوں میں جاتا ہے۔ اسکی روانگی بہت اہتمام سے کی جاتی ہے مگر اسکے خریداروں کو کل پرچے کبھی نہیں ملتے۔ برابر شکایت کے خطوط آتے رہتے ہیں کہ فلاں نمبر نہیں ملا۔ فلاں پرچہ نہیں پہونچا۔ حضور کے پوسٹ ماسٹر صاحب بڑے مہربان ہیں انکی طرف سے ہمیں اطمینان ہے مگر ہم کو شبہ ہے کہ سیوان کے ڈاکخانہ سے اصلاح کے پرچے برابر تلف کئے جاتے ہیں۔ جیسے پہلے ایک دفعہ وہاں کی یہ کارروائی پکڑی بھی گئی تھی۔ آپ جلد اسکی تحقیقات کامل کریں کہ اصلاح کے کل پرچے اسکے خریداروں کو کیوں نہیں ملتے۔ لطف یہ کہ ان خریداروں کے ہاں دہلی لاہور وغیرہ کے دوسرے اخبار و رسالے بھی جاتے ہیں مگر وہ سب برابر پہونچتے ہیں۔ کوئی شکایت کسی کو نہیں ہوتی ہے۔ پھر اصلاح ہی کے پرچے کیوں گم ہوا کرتے ہیں۔

ابتدائے کتابت

دنیا یا اہل دنیا نے جو بے مداری کی سرٹیفکٹ حاصل کی ہے اوس کے تحت میں صرف بڑی بڑی عمارتیں اور مصنوعات انسانی ہی نہیں داخل ہیں۔ بلکہ ہمارا فن تاریخ بھی جو اسی دنیا سے وابستہ ہے اسی تزلزل و اضطراب کے تہلکہ میں پڑا ہے کہ کوئی سلسلہ اوس کا کبھی درست نہیں ہوتا۔

اور جب اس تہذیب وتعلیم یافتگی کی روشنی میں اس فن کی وہی حالت رہی جو پہلے تھی تو نہ معلوم اب کون سا زمانہ آئیگا جس میں یہ فن بھی اصول و قواعد سے درست ہو کر استحکام و استقلال کا دعوے دار بنے؟ جب آج کل کے تحقیقاتی زمانہ میں یہ میدان اوسی طرح ناہموار رہ گیا۔ تو جہاں ہماری مایوسی اپنی اُس حد پر پہونچ جاتی ہے جس کو الیاس احدی الراحتین کہتے ہیں اور اوس کے بعد اطمینان قلب کی دولت مل جاتی۔ وہاں ہمارے اسلاف بھی اون اعتراضوں سے نجاۃ پا جاتے ہیں جو آج کل کے مدعیان تحقیق اون پر قائم کرتے اور مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ پہلے اس کا کوئی فلسفہ نہیں تھا۔ سادہ طور پر واقعات کی قلم بندی سی کام تھا۔ اس پر ذاتی مذہبی تعصب اور سلطنتی دباؤ الیسا سدراہ تھا کہ کوئی مورخ اصلی حالات کو ظاہر نہ کرسکا۔ بخلاف اس زمانہ کے کہ جہاں اس کے اصول و قواعد منضبط ہوئے وہاں مغربی علوم نے عقل و فراست کے لئے ایسی عینک عطا کی ہے جس سے بہت جلد ہم اصلیت اور غیر اصلیت کا تفرقہ کرلیتے ہیں۔ اتنے چھاپہ خانوں کی کثرت نے وہ علمی ذخیرے ہمارے لئے مہیا کردیئے ہیں جن سے بہت کچھ اصلی حالات کی تحقیقات پر مدد مل سکتی ہے۔ مذہبی تعصب کی بھی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔ نہ امید نفع چندانے نہ خوف ضرر اس پر گورنمنٹ کی آزادی علاوہ جس سے ہر شخص ہر فرقہ والا آزاد ہے کہ اپنی تحقیقات کو آزادانہ طور سے پبلک پر ظاہر کرے یہ سب احسانات تو تھے ہی تصحیح تاریخ کے مسلسل سلسلہ نے جو اسی اصلاح

کے ساتھ شائع ہوا) ہم پر وہ عظیم الشان احسان کیا ہے کہ کسی طرح ہم شکریہ نہیں ادا کر سکتے ہیں کہ ہر تاریخی معاملات کی جانچ پرتال کا اوس نے ذمہ لیا اور ہر مہینے میں اپنا فرض منصبی اس خوش اسلوبی سے اور بے تعصبی سے ادا کیا کہ دیکھنے والے ہی اوسکی قدر جان سکتے ہیں۔

ان سب اسباب کے ساتھ جب دیکھتے ہیں کہ تاریخ نگار حضرات کسی طرح ان قواعد کی پابندی نہیں کرتے بلکہ جو لوگ محقق ہونے کا دعوے کرتے ہیں وہ فائدہ اوٹھانا کیسا۔ ایسے ایسے اٹکاؤ ڈال رہے ہیں کہ بجائے آگے بڑھنے کے ہر بار پیچھے ہی ہٹنا پڑتا ہے تو حیرت ہو جاتی ہے کہ اب کون سی ترکیب اختیار کی جاوے جس سے اس طوفان بے تمیزی کی بلا دور دفع ہو۔

اس وقت میں شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی صاحب کا مضمون "اسلامی کتب خانہ" دیکھ رہا ہوں جو چھپ چکا ہے کہ اپنی جدت و تفرد کے ساتھ اسی اندھا دھند گورکھ دھندے میں پھنسا معلوم ہوتا ہے جس کے بعد ہمت چھوٹی جاتی ہے کہ ہماری قوم کو کب اسکی تمیز آئیگی کہ غلط و صحیح واقعہ میں فرق کر سکے۔

جس خیال نے مجھے یہاں چونکایا ہے وہ خود اونھیں کی تحریر ہے جس کا ایک جگہ ملمع کھل گیا اوس نے بتا دیا کہ کس قدر رنگ آمیزی کی گئی ہے جس سے کسی دوسری کتاب سے مدد لینے کی بھی ضرورت نہ پڑی بلکہ صرف تھوڑی سی عقل کے ہیر پھیر سے سب قلعی کھل گئی۔ مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں "عرب میں شعر و شاعری کا اور انساب کا اگرچہ نہایت قدیم زمانہ سے چرچہ تھا مگر تحریر کا مطلق رواج نہ تھا۔ سب سے پہلے جس نے اس فن کی بنیاد ڈالی وہ قبیلہ طی کے تین شخص تھے یعنی مرامر۔ اسلمہ۔ عامر۔ ان لوگوں نے ایک جا جمع ہو کر حرفوں کی شکل قرار دی اور حروف ہجا اس ترکیب سے مقرر کئے جیسے سریانی میں تھے۔ ان لوگوں سے حیرہ والوں نے سیکھا حیرہ والوں کا ایک شاگرد جس کا نام بشیر بن الولید تھا اور دومۃ الجندل کا رئیس تھا کسی کام سے مکہ معظمہ گیا وہاں ابوسفیان (امیر معاویہ کے باپ) سے ملاقات ہوئی۔ ابوسفیان نے اس فن کے سیکھنے کی درخواست کی چنانچہ ابوسفیان اور ابوقیس ابن عبدمناف دو شخص اس کے شاگرد ہوئے اور چونکہ یہ دونوں

تجارت کے ذریعہ سے طائف آیا جایا کرتے تھے طائف میں بھی تحریر کا رواج ہو گیا یہاں تک
کہ بشر نے مصر اور شام میں بھی بہت سے لوگوں کو شاگرد کیا اور رفتہ رفتہ اکثر قبائل میں
تحریر کا رواج ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو صرف ایک قبیلہ قریش میں سترہ
شخص صاحب قلم موجود تھے جنہیں یہ حضرات بھی تھے۔
عمر بن الخطاب۔ علی بن ابیطالب۔ عثمان بن عفان۔ ابو عبیدہ
بن الجراح[۱]"۔ یہ کلام جس مسلسل انداز سے چلا ہے ہر دیکھنے والے کو تاریخی حیثیت سے
اطمینان دلا رہا ہے کہ بے شک یہ واقعہ اسی طور پر ہو گا۔ اعتراض و تردد کو نہ اس میں دخل ہے
نہ گنجائش۔ نہ کسی قسم کے خلجان پیدا ہونے کی کافی وجہ ہے۔ مگر جب اسی مضمون کا ایک آخری
حصہ دیکھا جاتا ہے تو صرف یہ عبارت ہی نہیں متزلزل ہوتی بلکہ لقب فسانہ نگاری کے ساتھ یہ
بھی کہنا پڑتا ہے کہ اس کے اندر تو غلط تعصب بھی زائد از ضرورت بھر دیا گیا ہے جس سے تمام مسلمانوں
کے دل کو دکھ پہونچے اور ان کو ایذا ہو۔ شمس العلماء شبلی صاحب اسی تحریر میں یہ بھی لکھتے ہیں
"مامون نے اپنے کتب خانہ میں عرب جاہلیت کے زمانہ کا بھی بہت کچھ سرمایہ جمع کیا تھا۔ جاہلوں کے قصائد
اور اشعار کے علاوہ اُس زمانہ کے خطوط دستاویزات معاہدے جہاں تک مل سکے نہایت
کوشش سے فراہم کئے تھے کتب خانہ میں عبد المطلب بن ہاشم کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرضہ کا ایک
رقعہ موجود تھا جو چمڑے پر لکھا ہوا تھا اور اوس کے یہ الفاظ تھے حق عبد المطلب بن ھاشم
من اھل مکۃ علی فلان بن فلان الحمیری من اھل وزل صنعا علیہ الف درہم فضۃ
کیلا بالحدیدۃ ومتی دعاہ بہا اجابہ شہد اللہ والملکان ۱۲"
اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عبد المطلب جو ابو سفیان کے جد اعلیٰ امیہ بن[۲]
عبد الشمس کے ہمعصر تھے۔ اس فن کتابت میں اوس پایہ پر پہونچے ہوئے تھے جو تمدنی حیثیت

---

[۱] رسائل شبلی صفحہ ۲۰

[۲] اس معاصرت کے ثبوت کے لئے وہ عبارت بہت کافی ہے جو اغانی جلد اول میں مرقوم
ہے وذکر ان دغفلا النسابہ دخل علی معاویہ فقال لہ من رأیت من علیۃ قریش
فقال رایت عبد المطلب بن ھاشم وامیہ بن عبد شمس فقال صفہما لی
فقال کان عبد المطلب ابیض مدید القامۃ حسن الوجہ فی جبینہ نور النبوۃ

سے اعلیٰ درجہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مطلب خیزی سلسلۂ عبارت سب کچھ اس میں موجود ہے۔ ایسی کتابت کے لکھنے والے کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نوآموز ہے۔ یا ابھی ابھی اس نے فن کتابت کو حاصل کیا ہے۔

پھر اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ حضرت عبد المطلب کے پوتے علی مرتضیٰ کی نسبت

(بقیہ حاشیہ صلا) وعز الملک یطیف بہ عشرۃ من بنیہ کانھم اسد غاب قال فصف لی امیۃ قال رایتہ شیخا قصیرا نحیف الجسم ضریرا یقودہ عبدہ ذکوان فقال مہ ذاک ابنہ ابو عمر فقال ھذا شئ قلتموہ بعد واحد تموہ واما الذی عرفت فھو الذی اخبرتک بہ صث مطبوعہ بیروت

یعنی دغفل عالم فن نسب جب دربار امیر شام میں حاضر ہوا تو معویہ نے پوچھا بزرگان قریش سے کس کو دیکھا ہے۔

دغفل - عبد المطلب وامیہ (مورث اعلیٰ بنی امیہ) کو دیکھا ہے۔

معویہ - توصیف عبد المطلب بیان کرو۔

دغفل - عبد المطلب سرخ سپید تھے۔ بلند قامت۔ نہایت حسین ووجیہ۔ اونکی پیشانی سے نور نبوت اور عزت سلطانی نمایاں تھی اونکے دس فرزند گرداگرد حاضر رہتے سب نااتنند نشیر نر تھے۔

معاویہ - اچھا امیہ کی صورت بتاؤ؟

دغفل - میں نے اونکو دیکھا کہ بہت بڈھے تھے پست قامت۔ لاغر اندام۔ نابینا (اندھے) کہ اون کا غلام ذکوان لکڑی تھامے پھرتا تھا۔

معاویہ - ہاں ہاں ذکوان اونکا بیٹا تھا جس کی کنیت ابو عمر تھی۔

دغفل - یہ تم لوگوں کی ایجاد ہے۔ جو بعد کو بنائی گئی۔ میں جو کچھ جانتا تھا اوس کو بیان کیا کہ وہ غلام تھا۔

اسی ابو عمر ذکوان سے بنی امیہ کی ایک بڑی شاخ اوس زمانہ میں قائم ہوئی تھی جس نے وفات رسول اللہؐ کے کچھ دنوں بعد بہت کچھ زور پکڑا کہ سب خلافت وسلطنت وحکومت اسلام کے مالک قرار پائے ۱۲ راقم

یہ دعوے کیا جائے کہ اونھوں نے اپنے قدیمی موروثی دشمن سے وہ فن حاصل کیا جو ان کا خاندانی علم تھا۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولوی صاحب نے بالعمد اس قسم کی لپٹی ہوئی عبارت لکھی ہو جس سے بغیر انکے صریحی بیان کے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے "کہ یہ کل قریشی صاحب قلم **ابوسفیان کے شاگرد تھے**"۔ مگر اس میں اونھوں نے ضرور غلطی کی کہ کتابت قرضہ عبدالمطلب سے اونھوں نے وہ نتیجہ نہیں اخذ کیا جو بہت کچھ اون کے مضمون پر روشنی ڈالنے والا تھا۔

اگر آخری عبارت قرضہ والی حضرت عبدالمطلب کی نہ لکھی جاتی تو پبلک میں یہ بات مسلم ہو چکی تھی کہ اس کتابت کے لانے والے ملک عرب میں **ابوسفیان تھے**۔ جن کے سترہ شاگرد قریب ظہور اسلام تیار ہو چکے تھے جن میں **حضرت علی مرتضیٰ** بھی داخل ہیں۔ مگر اس عبارت نے اصلیت ظاہر کر دی کہ نہیں اس خاندان میں فن کتابت بھی قدیمی ہے کہ خود حضرت علیؑ کے دادا اس فن کے پورے ماہر تھے۔ تو پھر کس عقل سے کوئی باور کر سکتا ہے کہ اونھوں نے اپنی اولاد بخصوص حضرت ابوطالب کو اس کی تعلیم کی ہو۔ حالانکہ وہ اپنے باپ ہی کے زمانہ میں پورے شوکت و عزت کے مالک قرار پا چکے تھے؟ تو کیا بلحاظ ریاست مسلمہ جو اس خاندان کو تمامی قریش پر تھی یہاں تک کہ مورخوں نے ان کو **بادشاہ حجاز** لکھا ہے اور کیا بلحاظ تجارت۔ کیا بلحاظ داد و ستد و معاملات جو اس خاندان کو ہمیشہ پیش آیا کرتے۔ یہی امر زیادہ تر قرین قیاس ہے کہ یہ فن کتابت بطور وراثت حضرت عبدالمطلب سے ابوطالب کو اور ابوطالب سے حضرت علیؑ کو حاصل ہوا تھا۔

حضرت عبدالمطلب کا صاحب فن کتابت ہونا اگرچہ اس عبارت مرقومہ بالا سے بخوبی ظاہر ہے مگر ممکن ہے کسی کو یہ شبہہ ہو کہ آخر عمر میں انھوں نے بقول شبلی صاحب بوسفیان سے حاصل کیا ہو۔ لہذا مجھے ابتدائی حالت کی طرف رجوع بھی کرنا لازم ہے۔ دیکھو وہ زمانہ جب عبدالمطلب اپنے چچا مطلب کے ساتھ وارد مکہ ہوئے۔ چند دنوں بعد جب مطلب نے انتقال کیا تو حضرت عبدالمطلب کے دوسرے چچا نوفل نے ان کی جائداد موروثی

ضبط کرلی تو کتب الی اخوالہ من بنی النجار ۔ یعنی عبدالمطلب نے اپنے ماموں کو اس مضمون کا خط لکھا (تاریخ کامل صہ جلد ۲) جس سے معلوم ہوا کہ فن کتابت میں حضرت عبدالمطلب ابتدائے عمر میں ایسے مشاق تھے کہ جب قریش نے ابتدائے حال میں ان پر ظلم وستم کیا ہے تو انھوں نے تفصیلی حال ان مظالم کا اپنے ماموں کو لکھا تو اس خاندان کی نسبت کیونکر یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہ ابوسفیان کا شاگرد ہوا اور اپنے باپ دادا سے نہ حاصل کرے اب میں کچھ تفصیلی اختلافات اس کتابت کے متعلق کتاب ابجد العلوم نواب مولوی صدیق حسن سے یہاں نقل کرتا ہوں جو خلاصہ ہے اکثر اون کتابوں کا جس سے (اسلامی کتب خانہ) کے مضمون میں مدد لی گئی ہے ۔ دیکھئے اس میں کتنے اقوال مرقوم ہیں

(۱) یہ کہ خود حضرت آدمؑ عالم تھے کل زبانوں کے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا امام فخر رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں جتنی چیزوں کو خدا نے پیدا کیا تھا مع جنسیت واختلاف لغت حضرت آدمؑ کو تعلیم کردیا تھا جو آج تک بنی آدم میں زبانیں جاری وساری ہیں اون سب سے وہ واقف تھے اور اون پر کتاب بھی نازل ہوئی تھی جس میں یہ سب حروف معجم ا ب ت ث ج مرقوم تھے جیسا کہ روایت ابوذر غفاری میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا وہ سب اونتیس ۲۹ حرف تھے ۔

یہ بھی بیان ہوا ہے کہ صحف آدم دس تھے جن میں مقطعات حروف تھے اور فرائض وعدو وعید اخبار اخبار دنیا و آخرت ہر زمانہ کے حالات طور طریقے لوگوں کے بیان ہوئے تھے چنانچہ اس کی تصدیق علم جفر سے بخوبی ہوسکتی ہے [۱]

(۲) حضرت آدمؑ نے ہر زبان کی کتابیں تصنیف کی تھیں ۔ بعد طوفان جس کے ہاتھ جو کتاب آئی اوسکے خط کی نقل لوگوں نے اُتاری حضرت اسمٰعیل کو عربی ہاتھ لگی اس وجہ سے ان کے خاندان میں اوسی کتابت نے رواج پایا ۔

(۳) حضرت آدمؑ ہر خط پر بخوبی قادر تھے اور اپنی اولاد کو بطور وصیت اوسکی تعلیم دی تھی ۔

---

[۱] نواب صاحب نے کتاب الجفر کی صحت میں کچھ کلام کیا ہے مگر اوسکی صحت اون علمار کے کلام سے بخوبی ظاہر ہے جو اس کو پورے دعوے سے قبول کرتے ہیں ۱۲

اور بعض نے بقوۃ الہامی اوس پر اضافہ کیا یہاں تک کہ حضرت ادریسؑ کے زمانہ میں اوس نے رواج عام پایا جن کو ہرمس کا بھی خطاب دیا گیا ہے۔ یہ نبی بھی تھے۔ بادشاہ بھی حکیم بھی۔
(۴) دولت تبابعہ (یعنی سلاطین یمن) کے زمانہ میں خط عربی درجہ استحکام حاصل کر چکا تھا۔ اوسی خط عربی قدیم کو خط حمیری کہتے ہیں اور اون سے قریش نے اخذ کیا۔
(۵) اباد سے سلسلہ کتابت عربی شروع ہوا جو ملک عراق کے فاتح ہوئے۔
(۶) عرب میں سفیان بن امیہ اس فن کا لانے والا ہے۔
(۷) حرب بن امیہ نے اسلم بن سدرہ سے سیکھا۔
ان اقوال سے ہر شخص اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ ان اختلافات کی بنیاد اون دو اصول پر ہے جو قدیم سے اختلافی چلا آتا ہے۔
ایک وہ جو ہر صاحب ملت کا عقیدہ ہے کہ کوئی خدا ہے جو ہمارا اور تمام مخلوقات کا خالق ہے جس نے انبیاء بھیجے اور اون کو معجزے کرامات خوارق عادات سے ممتاز کیا۔ اس عقیدہ والے ضرور اس کو پختہ ایمان رکھیں گے کہ قوت الہامیہ کے ذریعہ سے اصول علوم معلوم ہوئے جس پر بامتداد زمانہ فروعات میں ترقیاں ہوتی گئیں۔ مگر معلم اس کے انبیاء تھے۔ طب۔ نجوم۔ فلسفہ ریاضی سب کے ماخذ وہی حضرات تھے۔
دوسری لائن دہریوں نیچریوں کی ہے جو وجود صانع عالم کے منکر ہیں اور انبیاء و معجزات سے اونکو انکار ہے۔ اون کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ ہے زمانہ جس میں انسان کی ابتدا ایک کیڑہ سے ہوئی جو از خود پیدا ہوا اور ترقی کرتے کرتے بتوسط بندر کے انسان بنا۔ اسیطرح معلومات وعلمی ترقیات کا سلسلہ قائم کرتے ہیں کہ جب قوائے عقلیہ کو ترقی ہوئی ضرورتیں محسوس ہوئیں اوسی کے مطابق نیچر نے ضرورت پورا کرنے کے اسباب بتائے یہاں تک کہ لکھنا بھی آیا مگر افسوس یا علی گڈھ سوسائٹی نے مولانا پر ایسا گہرا اثر کیا کہ برخلاف طریقہ سلف علماء محدثین بلکہ اعتقاد کے خلاف اوس طریقہ کے پیرو ہوئے جسکے پیرو اپنی ایجاد و تراش و خراش پر نازاں ہیں اور اوسی کو صحیح سمجھتے ہیں جسے بلا کسی دلیل کے اون کے ذہنوں نے پیدا کیا ہے حالانکہ درحقیقت دیکھئے تو ایک بے وجود فسانہ ہے۔
شمس العلماء صاحب کا ذاتی خیال ضرور اس طرف مائل ہوگا کہ ہمارا شمار اون مقدس علماء میں ہو جو

فقیہ، محدث، متکلم علامہ وغیرہ معزز لقبوں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ پھر اوس طریقے کے خلاف نیچری خیالات کے مطابق کوئی تحریر لکھنا کیوں پسند کرتے ہیں جس کی بنیاد ہمیشہ ریتلی زمین پر ہوا کرتی ہے۔

ہم کو اسکی بھی کوئی وجہ معقول نہیں معلوم ہوتی کہ ان اختلافات میں قول رابع کو کیوں ترک کیا۔ جس میں یہ بیان ہے کہ ملوک حمیر کے ذریعہ سے بالواسطہ قریش نے حاصل کیا۔ حالانکہ جب قبول کر لیا گیا ہے کہ کتابت لوازم وسعت تمدن سے ہے تو اس کا قبول کرنا بھی لازم ہے کہ جہاں سلطنت نے نشو و نما پایا وہیں اس فن کی بھی بنیاد پڑی۔

غرض فن تاریخ کے فلسفی اصول جو قائم کیے گئے ہیں اون سے یہ تحریر بالکل ردی ہو جاتی ہے

(۱) وفات حضرت عبدالمطلب مقدم ہے زمانہ تعلیم کتابت ابوسفیان سے کیونکہ جب حضرت عبدالمطلب کا سن ایک سو دو برس کا تھا اوس وقت ابوسفیان پیدا ہوئے اور ابوسفیان کا سن ۱۰ برس کا تھا تب حضرت عبدالمطلب نے وفات کی۔ پس اگر ابوسفیان سے کتابت کی ابتدا ہوئی قریش میں۔ تو حضرت عبدالمطلب نے کس سے فن کتابت حاصل کیا۔ کیونکہ ان کا کتابت کرنا ابتدائے ورود مکہ میں وقت غصب سابقاً لکھ چکا ہوں اور اوسی کے ساتھ کامل میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعد صلح کے قریش نے صلح نامہ لکھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ابوسفیان کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی پھر ان سب نے کس سے کتابت حاصل کی کیا اون کے استاد بھی یہی ابوسفیان تھے؟

(۲) حضرت عبدالمطلب چونکہ خاندانی حیثیت سے بادشاہ حجاز مانے گئے تھے۔ لہذا اونکا اس فن کتابت کو حاصل کرنا اگر موروثی نہ قبول کیا جائے تو اس قدر ضرور قابل قبول ہے کہ اونھوں نے دیگر سلاطین سے حاصل کیا ہو نہ کہ ابوسفیان سے جس کا حال ابھی لکھا گیا۔

(۳) خاندان حضرت عبدالمطلب میں اور بنی امیہ میں جس کا مورث اعلیٰ امیہ و حرب ان کا ہم زمان تھا نہایت درجہ عداوت تھی۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایک دوسرے کا استاد بنے اور وہ بھی ایسے فن میں جسکی تعلیم میں خود سلاطین کو اوس زمانہ کے بخل ہو۔

(۴) یہاں پر اگر وہ تاریخی واقعات پیش کیے جائیں جن سے حرب پدر ابوسفیان کو ایک مدت تک جلاوطن ہو کر مکہ سے شام جانا پڑا ہے جہاں دس برس تک اس کا قیام رہا

تو کہہ سکتے ہیں کہ ابو سفیان نے شاید ان کو دیکھا بھی نہ ہو۔
لہذا بسلسلۂ احادیث یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ حضرت اسمٰعیل کے زمانہ سے فن کتابت اس خاندان والاشان میں موروثی طریقہ سے چلا آتا تھا۔
یا نیچری لائن سے یہ ماننا پڑے گا کہ سلاطین حمیر سے فن کتابت اس خاندان میں آیا جو انکے ہمعصر تھے اور ہمسر۔
بہرحال تحریر مذکور کا جہاں یہ حصہ غلط ہے کہ حضرت علی کو کتابت کا فن بذریعہ ابو سفیان حاصل ہوا۔ وہاں یہ بھی غلط نکلا کہ طائف والوں سے ابو سفیان وابو قیس نے سیکھا ہے کیونکہ ابجد العلوم میں لکھتے ہیں ومن الحیرة لقنه اهل الطائف وقریش یعنی حیرۃ والوں سے طائف والوں نے اور قریش سے حاصل کیا۔ نہ یہ کہ بذریعہ طائف والوں کے حاصل کیا ہو۔ پھر یہ بھی غلط ہے کہ ابو سفیان نے سیکھا ہو کیونکہ ابجد العلوم میں سفیان بن امیہ لکھا ہے جو دوسرا شخص ہے یہ نہیں ہے کہ جس کا نام صخر اور کنیت ابو سفیان ہے پسر حرب بن امیہ۔ یعنی سفیان چچا تھا ابو سفیان کا۔
اور اس کا نحن لقت دوسرا قول بھی ہے کہ حرب بن امیہ اس کا سیکھنے والا ہے اسلم بن سدرہ سے نہ بشر بن الولید سے۔ اگر پروفیسر شبلی صاحب حضرت ابو سفیان کا نام لکھ جاتے تو پھر بھی کچھ پردہ پڑ جاتا مگر جب اس کے ساتھ (امیر معاویہ کے باپ) بھی لکھ دیا تو وہ سب پردے فاش ہو گئے۔ کیونکہ جن لوگوں نے ابو سفیان کا نام لکھا ہے اوس سے وہ ابو سفیان نہیں مراد ہیں جو امیہ کے پوتے ہیں بلکہ سفیان جس کا بھائی ابو سفیان ہے اور وہ ابو سفیان پدر معویہ کا چچا ہے۔ اصل یہ ہے کہ امیہ بن عبد الشمس کے گیارہ بیٹے تھے۔ عاص۔ ابو العاص عیص۔ ابو العیص۔ عویص۔ یہ سب اعیاص کہلاتے ہیں۔ عمرو۔ ابو عمرو۔ حرب۔ ابو حرب سفیان۔ ابو سفیان یہ سب عنابس کہلاتے ہیں دیکھو اغانی ص۹ جلد ۱
جس قول میں سفیان یا ابو سفیان کا نام لکھا ہے اوس سے یہی ابو سفیان مراد ہے جو حضرت عبد المطلب کا ہمعصر تھا۔ چنانچہ دوسرا قول بھی کہ اول کاتب حرب ہے اسی کا مؤید ہے مگر درحقیقت یہ سب قول غلط ہے اور عبد المطلب کو اسکی شاگردی سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ تحریر بالا سے ثابت ہو چکا ہے حضرت عبد المطلب کا کتابت کرنا ابتدائے عمر سے ثابت ہے

جس وقت ان سب کا وجود بھی غالباً نہ ہوگا۔
ان سب خرابیوں کی جڑ وہی پرانی تقلید ہے کہ سابق مورخوں کے بیانوں پر بے غور و فکر کے اعتقاد لا بیٹھتے ہیں اور ملک کے رسم و رواج یا تقدم و تاخر زمانہ پر یا دوسرے قرینوں پر نہیں غور کرتے۔ اپنے دلی میلان کے مطابق جس روایت کو پاتے ہیں اوس کو ایک نئے انداز سے پبلک میں شایع کر دیتے ہیں۔ ورنہ اگر ان قواعد کی پابندی کی جائے تو بہت کچھ اماں ملے۔ مولوی شبلی صاحب کو مناسب تھا کہ جب اونھوں نے حضرت عبد المطلب کے نوشتہ کا پتا پایا تھا تو اپنے قلم کو روکتے اور غور و فکر کرتے تو اس غلطی سے ضرور محفوظ رہتے۔ گو اون کا یہ مقصد تو پورا ہوتا کہ کسی طرح خاندان رسالت کو ابو سفیان پدر معویہ کا شاگرد بنائیں جس کے لئے مخصوص طور پر یہ مضمون لکھا گیا کہ کسی طرح خاندان بنی امیہ کا کوئی حق اہلبیت رسالت پر قائم کریں۔ حالانکہ مولوی صاحب کو بخوبی معلوم ہے کہ خلافت اول میں جب اسی ابو سفیان نے حضرت علی مرتضیٰ سے کہا کہ تم پر دوسرے ذلیل قبیلے کیوں کر حکمراں ہو سکتے ہیں تو حضرت علیؑ نے اسی بنیاد پر انکار کیا کہ اس شجرہ ... فی القرآن کا ایک حق اسلام پر قبول کرنا پڑتا ہے جو خلاف مرضیٔ خدا و رسولؐ ہے۔
یہی سبب ہے کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اسی قدر لکھ کر چھوڑ دیا ہے "کہ عقل سے زیادہ قریب یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اہل حجاز نے حیرہ والوں سے سیکھا اور حیرہ والوں نے تبابعہ سلاطین یمن سے اور حمیر سے اخذ کیا" ص۹۷
یہ کلام بھی دراصل بر بنیاد تقلید مورخین ہے ورنہ بحیثیت محدث ہونے کے انکو اسکی ضرورت نہ تھی کہ ایسی تقلید میں مبتلا ہوں۔ جب بالیقین معلوم ہے کہ خدا نے بہت سی کتابیں انبیاء پر نازل کیں جنمیں صحف ابراہیم بھی تھے جس کی ایک کاپی حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس بھی ضرور ہوگی تو اب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ ہر امت نے جہاں اپنے انبیاء کے احکام شرعیہ کو سیکھا وہاں اونکے کتاب کی بھی ضرور نقل لی ہوگی جس سے معلوم ہوا کہ اونھیں انبیاء کے ذریعہ سے کتابت آئی۔
اور اگر یہاں وہ روایتیں قبول کی جائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد المطلب اوصیاء حضرت عیسیٰ روح اللہ سے تھے تو اور بھی وہ شکوک و اوہام رفع ہو جاتے ہیں جن سے اخذ کتابت میں حمیر و تبابعہ کی شاگردی کی ضرورت تسلیم کیجاتی ہے کیونکہ علوم انبیاء و اہلبیت رسالت لدنی ہیں

مذہبی و تعلیمی فقط

مظہر اسلام

اسمبلی میں النجم کی اشتعال انگیزیوں پر اظہار نفرت

اسمبلی میں مطابع کے متعلق ہنگامی آرڈیننس کو ضابطہ فوجداری کی مستقل دفعہ کی صورت میں بدلنے کی جو تجویز پیش ہوئی تھی۔ اس تجویز کے مباحثہ کے سلسلہ میں ۱۲ ستمبر ۱۹۳۵ء کو مسٹر محمد یامین خاں ممبر مجلس قانون ساز نے اسمبلی میں ایک پُرزور تقریر فرمائی۔ جس میں النجم کی سختی کے ساتھ مذمت کی گئی تھی۔ قبل اسکے کہ ہم اس تقریر کا اقتباس پیش کریں ہم یہ ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ مسٹر محمد یامین خاں شیعہ نہیں بلکہ ایک خوش عقیدہ حنفی بزرگ ہیں اور اس حیثیت سے النجم کے متعلق ان کا یہ احتجاج بہت وزن رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "لکھنؤ سے ایک اخبار النجم نکلتا ہے جس نے اپنی یکم جون ۳۵ء کی اشاعت میں شیعوں کے خلاف نہایت بیہودہ مضامین شایع کئے اس نے ظاہر کیا کہ لکھنؤ میں صرف ۸ ہزار شیعہ ہیں اور انکے خلاف سنیوں کے جذبات کو ابھارا۔ اسی اخبار کی ایک دوسری اشاعت مورخہ ۲۵ اگست ۳۵ء میں ایڈیٹر اخبار مذکور نے ایک ایسی ممتاز ہستی کے متعلق بے انتہا بیہودہ مضمون لکھا جس کا مسلمان بے حد احترام کرتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں رسالت مآبؐ کے بعد اگر کوئی محترم ہستی ہے تو وہ یہی ہے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس اخبار کے ایڈیٹر نے یہ لکھا کہ معاذ اللہ وہ عیاش تھے اور عیاشیوں میں مصروف رہتے تھے۔ اگر کوئی اخبار اس قسم کے مضامین شایع کرے تو کیا مسٹر عبدالمتین چودھری صرف اس لئے اس کی تائید و حمایت کرینگے کہ وہ ایک مسلمان اخبار ہے شاید میرے دوست اس اخبار کی حمایت نہ کریں۔"

تقریر کے دوران میں اظہر علی صاحب جن کو شیعہ پولٹیکل کانفرنس نے یونٹی بورڈ کے اتحاد عمل سے سرور زیر حسن کو شکست دلاکر اپنا نمایندہ بنا کر اسمبلی میں بھیجا تھا مسٹر یامین کو ٹوکا اور النجم کی دوستی میں نہایت مضطرب ہو کر فرمایا:۔

مسٹر محمد اظہر علی (نمایندہ لکھنؤ و فیض آباد) میں اس کو باور کرنے سے انکار کرتا ہوں

مسٹر یامین خاں۔ میں تو اخبار کی تاریخ تک بتاتا ہوں یہ ۲۵ اگست ۳۵ء کو شایع

ہوا میں ان بیہودہ الفاظ کو جو النجم مورخہ ۲۵ر اگست ۳۵ء میں لکھے گئے اس قابل نہیں سمجھتا کہ میں انھیں پھر دہراؤں۔

ایک ممبر اسمبلی۔ کیا یہ بھی کمیونلزم (فرقہ دارانہ معاملہ) ہے۔

مسٹر محمد یامین خاں۔ ہاں کمیونلزم محض ہندوؤں اور مسلمانوں ہی کی جنگ نہیں ہے بلکہ سنیوں اور شیعوں کو لڑانا بھی کمیونلزم ہے۔

کیا اسمبلی میں ایک منصف مزاج حنفی ممبر کی زبانی النجم کی ان زیادتیوں پر احتجاج کی آواز سنکر اب بھی ہمارے لکھنؤ کے مقامی حکام النجم کی اشتعال انگیزیوں کے قائل نہ ہوں گے اور اس کا موثر انسداد نہ کریں گے"۔ (منقول از اخبار اسد ۲۶ جمادی الاخرے ۵۴ھ)

اخبار النجم اور تحریف قرآن

جس وقت اخبار النجم پاٹانالہ لکھنؤ سے نکلنے لگا اس نے اپنے مذہب کے سابق ماہوار رسالہ نصیحۃ الشیعہ مراد آباد سے مسئلہ تحریف قرآن کو حرف بحرف نقل کر کے شایع کرنا شروع کیا حالانکہ اس کا فرض تھا کہ جب نصیحۃ الشیعہ کا جواب شیعوں کی طرف سے رسالہ انتصار الشریعہ لکھنؤ و رسالہ روشنی مراد آباد میں مفصل طور پر دے دیا گیا تھا تو ان دونوں رسالوں کے مضامین کا جواب الجواب شایع کرتا۔ اور جب یہ امر تمام علماء اہلسنت کی طرح اس کے لئے بھی محال تھا تو وہ تحریف قرآن کا مسئلہ چھیڑتا ہی نہیں اور دوسرے مسائل پر اپنی طبع آزمائی کرتا لیکن پھر اسکی حیا وغیرت کا تماشا کیوں کر نظر آتا؟

اسی وقت دفتر اصلاح سے ماہوار رسالہ الشمس بھی جاری کیا گیا۔ اس میں النجم کے ہر حرف کا جواب دیا گیا خصوصاً تحریف قرآن کے متعلق تو اسکی وہ دھجیاں اڑائی گئیں کہ کسی جواب کے متعلق اس کو کچھ بھی بولنے کی قدرت نہیں ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود ایک عالم اہلسنت مولوی عبدالرحیم صاحب ساکن باندا نے اسی تحریف قرآن کے متعلق جو سیکڑوں صفحات کی تحقیقات درج کی گئیں۔ وہ کتاب السارق میں موجود ہیں جو کئی حصوں میں شایع کی گئی اور مولوی عبدالرحیم صاحب نے اڈیٹر النجم سے جو مناظرہ اسی مسئلہ تحریف قرآن میں کیا اسکی حقیقت کتاب القول الکریم[1] میں

جو مناظرہ شروع کر دیا اور اپنی تحقیقات عالیہ سے مولوی عبدالشکور صاحب کے ہوش و حواس زایل کر دیئے گویا بیچارے اپنی بوٹیاں نوچنے لگے کہ خود سنی علم کیوں میری کمر توڑنے لگے۔ رسالہ الشمس کے ساتھ تحریف قرآن کے متعلق

[1] یہ کتاب دفتر اصلاح سے عہ میں مل سکتی ہے۔

ظاہر کردی گئی ۔ مگر اڈیٹر النجم کی حیا و غیرت کی کوئی حد ہی نہیں معلوم ہوتی کہ جن باتوں کا جواب بیسوں دفعہ دے دیا گیا انھیں کو وہ بار بار اپنے اخبار میں شایع کرتے ہیں چنانچہ النجم ۱۴ رجب سنہ ۵۴ھ میں پھر انھیں مضامین مردودہ کا خلاصہ شایع کیا ہے ۔

بے شک شیعوں کے ہاں بھی اہلسنت کی طرح بعض روایتیں ہیں کہ قرآن مجید کی بعض آیات میں کمی ہوگئی ہے اور اسکی ترتیب میں اولٹ پلٹ ہوگئی ہے مگر یہ تو وہ واقعہ ہے جس سے کوئی تعلیم یافتہ مسلمان انکار نہیں کرسکتا ۔ خود حضرات اہلسنت کے ہاں ہزاروں روایتیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ خود انھیں کے صحابہ ۔ تابعین ۔ تبع تابعین ۔ محدثین ۔ مفسرین ۔ مورخین کے قول و اعتقاد کے مطابق قرآن مجید کا بہت حصہ غائب ہوگیا اور ترتیب بھی بدل دی گئی ۔

ہم یہاں چند بہت معتبر کتابوں سے چند عبارتیں نقل کرتے ہیں ۔ اڈیٹر صاحب غور کریں کہ ان کے رہتے ہوئے بھی وہ شیعوں کو تحریف قرآن کے متعلق کچھ کہنے کا حق رکھتے ہیں ؟

جلیل القدر عالم اہلسنت علامہ سیوطی لکھتے ہیں :- عن عبد الله بن جابر ان رسول الله قال له الا اخبرك باخير سورة نزلت فی القرآن قلت بلى یا رسول الله قال فاتحة الکتاب یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے عبد اللہ بن جابر سے پوچھا میں تم کو بتا دوں کہ قرآن میں سب سے آخر کون سورہ نازل ہوا ۔ انھوں نے عرض کی ہاں ارشاد ہو ۔ فرمایا وہ سورہ فاتحہ ہے (تفسیر درمنثور جلد ۱ صـ۲) اب اڈیٹر صاحب بتائیں کہ قرآن مجید میں سورہ فاتحہ سب کے آخر میں ہے یا سب کے اول میں ۔

عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کله ما یدریه ما کله قد ذهب منه قرآن کثیر ولکن لیقل قد اخذت ما ظهر منه یعنی حضرت عمر کے صاحبزادے فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن پالیا ہے ۔ اسے کیا معلوم کہ پورا قرآن تھا کتنا اس کا بہت سا حصہ ضائع ہوگیا ہے ۔ ہاں یہ کہے کہ قرآن کا جو حصہ ظاہری طور پر بچ گیا ہے اس کو میں نے پایا ہے (صـ۱۰۶)

عن السدی فی قوله وعاشروهن قال خالطوهن قال ابن جریر صحفه بعضهم الا وانما هو خالقوهن یعنی سدی سے روایت ہے کہ آیہ مبارکہ وعاشروهن بالمعروف میں عاشروهن کی جگہ خالقوهن نازل ہوا تھا مگر بعض راویوں نے اس میں تحریف کرکے

ڈالی ہے خبط نے تجدد کے ادبیت کی اک نئی بنیاد
ہو رہے ہیں زبان میں داخل کلماتِ عجیبہ و نو زاد
پا گئی حکم خارج البلدی عربی فصیح خوش نژاد
روز بنتے ہیں رت نئے قانون جن کا اجرا ہے دل شکن روداد
حکم ہے مسجدیں وہ کھد جائیں عہد آئین سے اگر ہوں زیاد
سر برہنہ بازار بے حجاب پھریں مثل مردوں کے عورتیں آزاد
پہنیں جبراً لباس انگریزی بچے بوڑھے جو ان کل افراد
ہیٹ ہی سب کے سر منڈھی جائے علماء ہوں کہ فرقۂ زہاد
شارع عام پہ ہو نہ ماتم ہے تمدن کو اس سے استبعاد
پارک بن جائے کھد کے گورستان چاہیے مُردوں کی خاک ہو برباد
حرمت مامن رضا کیسی جب ہو صحن چمن میں قتل عباد
خون ابرار سے ہوئی رنگیں مسجد پاک اساس گوہر شاد
جس قدر بے گنہ شہید ہوئے ان شہیدوں کی کثیر ہے تعداد
مجتہد کے بھی لگ گئی گولی گر پڑا دین جعفری کا عماد
ہیں اگر سب یہ واقعات صحیح متحقق بر وے استشہاد
پھر تو اسلام کا خدا حافظ پھر تو دنیا سے منزل الحاد
گھوم پھر کر پھر آ گیا شاید وہی دور یزید و ابن زیاد
قابل صد ہزار نفریں ہے پھر تبدیل وضع یہ بیداد
علم و حکمت میں مغربی تقلید نہیں زنہار قابل ایراد
ہاں مگر یہ نمائشی اصلاح برخلاف طریق صلح و سداد
ہے بہت شیر مناک و نازیبا بلکہ سرچشمۂ نفاق و عناد
شیر کا پوستیں پہن کر شیر بن نہ جائے گا اسیر منقاد
درس جاپان سے لیا ہوتا رفعت قوم تھی جو پیش نہاد
اپنے ملکی لباس میں رہ کر ہے جو ہر علم و فن میں آج استاد
دانیت یورپ کے کر دیئے کھٹے اوج پایا بڑا در دانش و داد
محض تبدیل وضع کی دھن میں اہل ایران پہ جبر و استبداد
کیوں نہ وہ شکوہ سنج ہو کے کہیں با دل تنگ و خاطر ناشاد
روسیوں نے بھی وہ نہ کی تھی کبھی فوج ایران نے کی ہے جو بیداد
"مردم از دست غیر می نالند سعدی از دست خویشتن فریاد"
چاہتے ہیں یہ دل سے ہم تو صفی کہ یہ افواہ ٹھیرے بے بنیاد

مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہوا کیوں کر۔ اس لئے کہ مال یا درہم ہوگا یا دینار۔ جو بنیر اور پتھر کی وضع صورت شکل سے بالکل علحدہ ہوتا ہے۔ پھر ان دونوں پر ہاتھ رکھنے سے ابوقحافہ کو یہ یقین کیوں کر ہو گیا کہ یہ مال ہے۔ آج کسی اندھے کا ہاتھ بنیر یا پتھر پر رکھکر اس سے کہا جائے کہ یہ روپیہ اور اشرفی ہے تو کیا وہ اس کو تسلیم کرے گا؟ ہاں ایسا ہی احمق اور بے عقل ہو تب شاید مانے۔

دوسری روایت سے ایک اور حیرت خیز بات معلوم ہوئی کہ باوجودیکہ ابوقحافہ اندھے ہو گئے تھے اور اپنی ضروریات میں دوسروں کے محتاج تھے پھر بھی حضرت ابوبکر ایسے سعید اور مالدار فرزند نے ان کو اپنے ساتھ نہیں رکھا بلکہ ان کو نا پرسانی اور بے بسی میں چھوڑ کر خود ان سے علحدہ دوسرے مکان میں صرف اپنے عیال کے ساتھ رہتے تھے۔ اسکی تائید دوسرے حالات سے بھی ہوتی ہے زمانہ حال کے ایک شیعہ عالم جلیل نے تحریر فرمایا ہے کہ "کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پدر عالی مقدار خلیفہ اول کے چڑی ماری سے بسر اوقات کرتے تھے

وکان کسبه من صید القماری والدباسی لا یقدر علی غیره فلما عمی وعجز ابنه عن القیام به التجأ الی عبد الله بن جدعان من رؤساء مکة فنصبه ینادی علی مائدته کل یوم لاحضار الاضیاف وجعل له علی ذلک ما یقوته من بقیة الطعام (رمی الجمرات جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

کسب جلیل ان کا شکار چڑیوں کا تھا اور قمری اور فاختہ پکڑ کر بیچتے تھے اور جب تک آنکھوں میں روشنی رہی تب تک اسی سے اوقات گزاری کرتے تھے۔ اور جب آنکھوں سے معذور ہو گئے اور خلف الصدق اُن کے حضرت صدیق ان کی خدمت گزاری سے عاجز ہوئے تو بناچاری ملتجی ہوئے طرف عبداللہ بن جدعان کے کہ وہ ایک مرد منعم رؤسا مکہ سے تھا پس اس نے یہ خدمت ان کے واسطے مقرر کی کہ ہر روز جب وقت کھانے کا ہوتا تھا تو اُس کے کوٹھے پر چڑھ کر مہمانوں کو پکارتے تھے اور اجرت اس کی یہ تھی کہ جو کھانا پس خوردہ دستر خوان پر سے بچ جاتا تھا اوسی کی کاسہ لیسی کرتے تھے (رمی الجمرات جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

مولانا ے ممدوح نے اپنی اس کتاب میں جو لکھا ہے وہ اگرچہ معتبر کتب اہلسنت ہی سے ہے

اور اس کی جلد وصفحہ کا پتا بھی دیا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے ممدوح نے اس خاص واقعہ کے مشہور اور یقینی ہونے کی وجہ سے ان کتب تواریخ کے نام اور ان کی جلد وصفحہ کا حوالہ نہیں دیا جن میں خاص کر یہ واقعہ مرقوم ہے۔ اس وجہ سے ہم بھی ان کتابوں کا نام نہیں لکھ سکتے۔ اور حضرات اہلسنت کے بہت بڑے عالم جناب علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے:۔

ان ارباب السیر ذکروا انہ لم یکن ینفق علی ابیہ شیئا وانہ کان اجیرا لابن جدعان علی مائدتہ یطرد عنھا الذبان (شرح نھج البلاغہ از علامہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۲۷۰)

مورخین اسلام نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اپنے مال سے اپنے باپ کی کچھ بھی مدد نہیں کرتے تھے نہ ان کی کسی قسم کی خبر گیری کرتے تھے۔ بلکہ وہ بیچارے عبداللہ ابن جدعان کے ہاں خدمت گاری کر کے زندگی بسر کرتے ان کے متعلق یہ کام کیا گیا تھا کہ عبداللہ بن جدعان کھانا کھائے تو اس کے دسترخوان کی مکھیاں یہ ہانکا کریں۔

سخت تعجب ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس ذلت کو کیوں کر گوارا کیا کہ باپ تو غیروں کے ہاں مکھی جھلنے پر خدمت گاری کریں اور آپ خوشحالی کی زندگی بسر کریں۔ حالانکہ قرآن مجید میں خدا نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے احسان کی تاکید بھی کی ہے فرماتا ہے:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (پ ۱۵)

اور تمہارے پروردگار نے حکم قطعی دے دیا ہے کہ لوگو! اس اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ اور اے مخاطب! اگر والدین میں کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہونچیں تو ان کے آگے اُف بھی نہ کرنا۔ اور نہ ان کو جھڑکنا۔ اور اگر ان سے کچھ کہنا سننا ہو تو ادب کے ساتھ کہنا سُننا۔ اور محبت سے خاکساری کا پہلو انکی آگے جھکائے رکھنا اور اُن کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اور میرے حال پر رحم کرتے رہتے ہیں

سورۃ بنی اسرائیل (رکوع ۳) | اسی طرح تو بھی ان پر رحم کیجیو۔

اس آیت کی تفسیر میں ہے:۔

عن الحسن رضی اللہ عنہ انہ سئل ما بر الوالدین قال ان تبذل لھما ما ملکت وان تطیعھما فیما امراک بہ الا ان یکون معصیۃ (تفسیر درمنثور جلد ۴ صـ۱۷۱)

جناب حسن بصری رضی سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ حُسن سلوک کیا ہے۔ تو انھوں نے فرمایا یہ ہے کہ جو مال تمہارے پاس ہو وہ ان کی ذات میں خرچ کردو اور وہ جو حکم تم کو دیں اس کی تعمیل کرو سوا اس حکم کے جو گناہ ہو۔

اس آیت کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر کا فرض تھا کہ اپنے بوڑھے ناچار باپ کی خدمت کرتے ان کی مدد اپنے مال سے کرتے۔ ہاں مذہبی بات میں ان کا حکم نہ مانتے۔
والدین کے ساتھ احسان کرنے کی ایسی تاکید ہے کہ جب لوگوں نے حضرت رسولخدا صلعم سے سوال کیا کہ اپنا مال کس کام میں خرچ کریں تو خدا نے سب سے پہلے والدین کو بتایا۔

ارشاد باری ہے:۔

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ (پ۲۔ رکوع ۱۰)

اے پیغمبر! لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ کس کام میں مال خرچ کریں۔ تو ان کو سمجھا دو کہ جو مال تم خیر کے لئے خرچ کرو تو اول اپنے والدین پھر اپنے قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کی راہ میں خرچ کرو۔ اور تم کوئی سی بھلائی بھی لوگوں کے ساتھ کرو گے تو اللہ اس کو جانتا ہے۔

انسان پر والدین کے اس قدر حقوق ہیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمادیا ہے تم اور تمہارا کل مال تمہارے والدین ہی کا ہے جس کا ثبوت ذیل کی حدیث سے ملتا ہے:۔

جاء رجل الی النبیؐ فقال یارسول اللہ ان لی مالا وان لی عیالا ولابی مال ولہ عیال وان ابی یاخذ

ایک شخص حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس مال ہے اور میرے عیال بھی ہیں اور میرے باپ کے پاس بھی مال اور عیال ہیں مگر میرا باپ میرے مال میں سے لے لیتا

مالی قال انت و مالك لابیك (تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲۷۴)

ہے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا خود تم اور تمہارا سب مال تمہارے باپ ہی کا ہے (تم کو کچھ بولنا نہیں چاہیئے)۔

سبحان اللہ کس قدر اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی تعلیم ہے۔ مگر تعجب ہے کہ حضرت ابوبکر نے اخلاقی حیثیت سے کیوں نہ سمجھا کہ والدین کی خدمت کرنا بھی واجب ہے پھر ان آیات قرآن و احادیث رسولؐ سے کیوں اثر نہ لیا اور کیونکر گوارا کیا کہ ان کے پدر بزرگوار عبداللہ بن جدعان کی سخاوت پر بسر کریں۔ عبداللہ جناب ابوقحافہ پر جو احسانات کرتا تھا ان کا گہرا نقش اس خاندان کی افراد پر تھا اسی وجہ سے جناب عائشہ نے آنحضرتؐ سے اس کے متعلق سوال بھی کیا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:-

سألت عنه عائشة نبی اللهؐ وذکرت له ما کان فیه من الجود فقال انه لم یقل رب اغفر لی خطیئتی یوم الدین (اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۷۴)

حضرت عائشہ نے حضرت رسولخدا صلعم سے عبداللہ بن جدعان کے متعلق سوال کیا کہ اس میں جو سخاوت و بخشش تھی اس سے اس کو بروز قیامت نفع پہونچیگا؟ حضرتؐ نے فرمایا اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ اے خدا تو میرے گناہوں کو بروز قیامت بخش دے۔

جناب ابوقحافہ کو اپنے فرزند کے اس برتاؤ کا جو صدمہ ہوگا اُس کا اندازہ کرنا دشوار نہیں ہے۔ کون باپ ایسا ہے جو دیکھے اس کے فرزند کے پاس مال ہے اور وہ خود آرام کی زندگی بسر کرتا ہے مگر اس (باپ) کو نہیں پوچھتا اور وہ بیچارہ دوسروں کی خدمت گاری کرکے زندگی کے دن کاٹتا ہے اور پھر اُس کے دل سے آہ نہ نکلے۔ غالباً اسی وجہ سے اُنھوں نے حضرت ابوبکر کا وہ سب مال بھی ان کی اولاد کو واپس کردیا جو ان کو وراثۃً سے پہونچا تھا۔ چنانچہ مورخین و محدثین نے لکھا ہے:-

مات ابوبکر قبل ابیه وورث ابوقحافه السدس فرده علی ولد ابی بکر وکان له سبع وتسعون سنة (منتخب کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۳۴ و استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ وغیرہ)

حضرت ابوبکر اپنے باپ سے پہلے ہی مر گئے۔ ان کے مرنے پر ابوقحافہ کو ان کی میراث سے چھٹا حصہ مال ملا مگر انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ سب کو حضرت ابوبکر کی اولاد کے پاس واپس کردیا۔ ان کی عمر ۹۷ سال کی ہوئی

جس سال مکہ معظمہ فتح کیا گیا اسی وقت ابوقحافہ بھی مسلمان ہوئے مگر مسلمان ہونے کے پہلے اسلام کے ایسے مخالف تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم کو گالیاں تک دیتے تھے۔ علامہ محب طبری

نے لکھا ہے :-

عربی	ترجمہ
عن ابن جریج ان اباقحافة سب النبیؐ (ریاض نضرہ ص۱۲۲)	ابن جریج بیان کرتے تھے کہ ابوقحافہ نے حضرت رسولِ خدا صلعم کو گالیاں دیں۔

ابوقحافہ نے ۱۴ھ میں بزمانہ خلافت حضرت عمر انتقال کیا۔

حضرت ابوبکر کی والدہ کا نام سلمیٰ اور کنیت ام الخیر تھی۔ ان کے متعلق اختلاف ہے کہ جناب ابوقحافہ سے ان سے پہلے کی کیا قرابت تھی۔ بعض لوگوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انکی حقیقی چچا زاد بہن تھیں۔ جیسا علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ :-

عربی	ترجمہ
امہ ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب (استیعاب جلد ا ص۳۴۱)	حضرت ابوبکر کی ماں ام الخیر تھیں جو بیٹی تھیں صخر کی اور صخر پوتا تھا کعب کا۔

اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے :-

عربی	ترجمہ
امہ ام الخیر سلمیٰ بنت صخر بن عامر ابنة عم ابیہ (اصابہ جلد ۴ ص۱۰۱)	حضرت ابوبکر کی ماں سلمیٰ دختر صخر تھیں جو ان کے باپ کی چچا زاد بہن تھیں۔

اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کے اپنے چچا کی بیٹی اور آپ کے باپ کی حقیقی بھتیجی تھیں۔ یعنی ابوقحافہ نے اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی ام الخیر سے شادی کی تھی جیسا کہ علامہ محب طبری نے لکھا ہے :-

عربی	ترجمہ
ومن شذ فقال بنت صخر بن عامر بن عمر بن کعب فجعلھا ابنة عمہ (ریاض نضرہ ص۴۵)	ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جو کہتے ہیں کہ ام الخیر بیٹی تھیں صخر کی اور صخر بیٹا تھا عامر کا اور عامر پوتا تھا کعب کا۔ اس رشتہ سے ام الخیر حقیقی بھتیجی تھیں ابوقحافہ کی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کے ایک قول سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں :-

عربی	ترجمہ
وقیل بنت صخر بن عمرو بن عامر (اصابہ جلد ۸ ص۲۲۵)	بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ام الخیر بیٹی تھیں صخر کی۔ اور صخر پوتا تھا عامر کا۔

ان دونوں میں اگر پہلا قول صحیح ہے کہ وہ ابوقحافہ کی چچا زاد بہن تھیں تو بہت خوب ہے

لیکن اگر دوسرا قول درست ہے کہ حقیقی بھائی کی بیٹی تھیں تو زمانہ جاہلیتہ میں اس قسم کے بکثرت تعلقات ہوتے ہی تھے۔ کیونکہ اُس زمانہ میں سوائے خاندان بنی ہاشم کے کوئی خاندان ان نسبی خرابیوں سے محفوظ نہیں تھا جس کی تصدیق خود حضرت عمر نے کی ہے علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے :۔

بلغ عمر بن الخطاب ان اناسا من رواة الاشعار وحملة الآثار یعیبون الناس ویسبونھم فی اسلافھم فقام علی المنبر وقال ایاکم وذکر العیوب والبحث عن الاصول فلو قلت لا یخرج الیوم من ھذہ الابواب الا من لا وصمة فیه لم یخرج منکم احد (شرح نہج البلاغة مطبوعہ مصر جلد۲ صفحہ۲۴)

حضرت عمر کو خبر پہونچی کہ اشعار کے کچھ راوی اور تاریخی حالات کے کچھ جاننے والے ایسے ہیں جو لوگوں میں عیب لگاتے ان کے نسب کو برا کہتے اور ان کے بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سنکر آپ منبر پر کھڑے ہو گئے اور کہا خبردار جو تم لوگوں نے عیوب ذکر کئے یا خاندانی خرابیوں کو چھیڑا (اس لئے کہ اس سے کوئی بھی بچا نہیں ہے) اگر آج میں حکم دوں کہ ان دروازوں سے کوئی شخص باہر نہ جائے سوائے ان لوگوں کے جن کے نسب میں کوئی عیب نہیں ہے تو تم لوگوں سے کوئی شخص باہر نہیں نکلے گا (یعنی تم سب لوگوں کے نسب میں عیوب بھرے ہوئے ہیں)

حضرت ابوبکر کے دوسرے اعزہ حضرت ابوبکر کی بہن ام فروہ اشعث سے بیاہی گئیں جو مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا۔ ام فروہ کی شادی اشعث سے کس طرح ہو گئی۔ ذیل کی عبارت سے واضح ہے :۔

کان الاشعث قد ارتد فی من ارتد من الکندیین واسر فاحضر الی ابی بکر فاسلم فاطلقه و زوجه اخته ام فروة (اصابہ جلد ۱ صفحہ۵۰)

قبیلہ کندہ کے جو لوگ دین اسلام سے پھر گئے تھے ان میں اشعث بھی تھا۔ یہ قید کر کے حضرت ابوبکر کے پاس لایا گیا تو اس نے کہہ دیا میں پھر اسلام قبول کر لیتا ہوں۔ اس پر حضرت ابوبکر نے اس کو رہا کر دیا اور اس سے اپنی بہن ام فروہ کو بیاہ دیا۔

اس اشعث نے اسلام میں بڑے فساد پھیلائے جس سے خود حضرت ابوبکر بھی پریشان رہے۔ علامہ علی متقی نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے مرض موت میں فرمایا :۔

وددت انی لم اکن اکشف بیت فاطمة وترکتہ ... فوددت انی یوم اتیت بالاشعث اسیرا ضربت عنقہ فانہ یخیل الی انہ لا یری شرا الا اعان علیہ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ کاش حضرت فاطمہ کے گھر کو نہ وا کئے ہوتا۔ اور اس کو بھی پسند کرتا ہوں کہ جس روز اشعث قید کر کے میرے پاس لایا گیا اس کو قتل کر دیئے ہوتا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ جس شر و فساد کو دیکھتا ہے اس میں ضرور مدد کرتا (اور اس کو بڑھا دیتا) ہے۔

اس اشعث کی اولاد کے ہاتھوں حضرات اہلبیت بھی بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہوتے رہے۔ اسی کی بیٹی جعدہ نے (جو حضرت ابو بکر کی بھانجی تھی) بحکم معویہ ایک لاکھ درہم انعام کے وعدہ پر حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر سے ہلاک کر دیا (استیعاب جلد ۱ صفحہ ۱۴۴) اس کے بیٹے محمد بن اشعث نے جو حضرت ابو بکر کا بھانجا تھا یزید کی طرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام پر بڑے بڑے ظلم کئے۔ اسی محمد بن اشعث نے جناب مسلم بن عقیل کو بھی قتل کرایا۔ علامہ طبری نے لکھا ہے:-

اصبح ابن تلک العجوز وھو بلال بن اسید الذی آوت امہ ابن عقیل فغدا الی عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث فاخبرہ بمکان ابن عقیل عند امہ فاقبل عبد الرحمن حتی اتی اباہ وھو عند ابن زیاد فسارہ فقال لہ ابن زیاد ما قال لک قال اخبرنی ان ابن عقیل فی دار من دورنا فنخس فی جنبہ ثم قال قم فاتنی بہ الساعة (طبری ج ۶ صفحہ ۲۱۰)

جس عورت (طوعہ) کے ہاں جناب مسلم نے شب کو پناہ لی تھی اس کا لڑکا صبح کو عبد الرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا اور خبر کر دی کہ مسلم میری ماں کی پناہ میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی عبد الرحمن اپنے باپ محمد بن اشعث کے پاس گیا جو ابن زیاد کے دربار میں موجود تھا اور اس سے کان میں کچھ کہنے لگا۔ اس پر ابن زیاد نے پوچھا یہ لڑکا کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا مجھ سے بیان کرتا ہے کہ مسلم بن عقیل ہمارے گھر میں موجود ہیں۔ یہ سنتے ہی ابن زیاد نے اپنی لکڑی سے اس کے پہلو میں ٹھوکر دے کر کہا بس اٹھ اور فوراً مسلم کو میرے پاس لا۔

محمد بن اشعث فوراً کھڑا ہو گیا لشکر ساتھ لیا اور جناب مسلم کے گرفتار کرنے کو طوعہ کے گھر پہونچ گیا جب حضرت کی شجاعت سے کسی طرح کامیاب نہ ہو سکا تو دھوکہ فریب سے کام لینے لگا۔ طبری نے لکھا ہے:-

خرج علیھم مصلتا بسیفہ

جب محمد بن اشعث نے طوعہ کا مکان گھیر لیا تو حضرت مسلم اتنی

فی السکة فقاتلهم فاقبل علیه محمد بن الاشعث فقال یا فتی لک الامان لا تقتل نفسک (جلد ۶ صفحہ ۲۰۶)	تلوار کھینچے ہوئے گھر سے باہر گلی میں نکل پڑے اور تن تنہا پوری فوج سے لڑنا شروع کر دیا۔ آخر محمد بن اشعث ان کی طرف بڑھا اور کہنے لگا اے بہادر تم کو امان دی جاتی ہے تم اپنے کو ہلاک نہ کرو۔

آخر جناب مسلم مان گئے مگر جب دربار ابن زیاد میں آئے تو وہ سب عہد و امان وغیرہ غائب ہو گیا اور حضرت قتل کر دیئے گئے۔ تاریخ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ یہ محمد بن اشعث ابن زیاد کے خاص مصاحبین اور اعوان و انصار سے تھا۔ جو کچھ ابن زیاد کرتا اسکی تائید اسکی طرف سے کی جاتی اور یہ ہر کام میں اسکی اطاعت کرنے کے لئے طیار رہتا۔ اس کو اس قدر دخل ابن زیاد کے کام میں ہو گیا تھا کہ خاص خاص اہم موقع پر دو آدمی کو بھی مشورہ کے لئے ابن زیاد بلاتا تو ان میں محمد بن اشعث بھی ہوتا۔ مثلاً جب کوفہ میں ابن زیاد پہونچا تو جناب ہانی اسکے ہاں برابر آتے جاتے مگر جب حضرت مسلم ان کے ہاں مہمان ہوئے تو ہانی کی آمد و رفت ابن زیاد کے ہاں کم ہو گئی۔ اس نے تعجب کیا کہ کیوں ہانی اب نہیں آتے اسکا راز دریافت کرنے کے لئے اس نے صرف دو شخصوں کو تجویز کیا۔ طبری نے لکھا ہے:۔

فقال ابن زیاد لجلسائه مالی اری هانئا فقالوا هو شاک فقال لو علمت بمرضه لعدته۔ قال دعا عبید الله محمد بن الاشعث و اسماء بن خارجه (تاریخ طبری ج ۶ صفحہ ۲۰۳)	ابن زیاد نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کیا بات ہے میں ان دنوں ہانی کو نہیں دیکھتا ہوں لوگوں نے کہا وہ بیمار ہیں۔ اس نے کہا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیا بیمار ہیں تو انکی عیادت کو جاتا۔ پھر اس نے محمد بن اشعث اور اسما ابن خارجہ کو اسکے لئے بلایا۔

اسکے بعد جب ہانی گرفتار ہو کر دربار ابن زیاد میں آئے ہیں اور ان کو سخت سزا دی گئی ہے اس وقت محمد بن اشعث کی حالت یہ لکھی ہے:۔

واما محمد بن الاشعث فقال قد رضینا بما رای الامیر لنا کان ام علینا (طبری ج ۶ صفحہ ۲۰۶)	محمد بن اشعث نے کہا کہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ جو رائے امیر کی ہو اس پر راضی ہیں۔ ہمارے موافق ہو یا مخالف۔

اس طرح اس محمد بن اشعث اور اشعث کی بقیہ اولاد کے حالات تاریخوں میں بھرے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ خاندان رسولؐ کی مصیبتوں میں ان سب نے اپنا ہاتھ لگایا بلکہ بعض مواقع پر خود ہی ان مصیبتوں کے باعث ہوئے جن سب کے ذکر میں طول ہوگا

تیسری فصل

خاندانی پیشہ

حضرت کے پیشہ کے متعلق پتا چلتا ہے کہ کئی تھا مگر کسی کتاب سے نہیں معلوم ہو سکا کہ آپکا وہ پیشہ خاندانی تھا یا ذاتی۔ لیکن ایک بڑھئی کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ اس کے باپ دادا بھی بڑھئی تھے یا سونار کو دیکھ کر عقل کہتی ہے کہ اس کے باپ دادا ہی سے یہ پیشہ چلا آرہا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر کا پیشہ جو کچھ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے اس سے ذہن میں یہی رائے قائم ہوتی ہے کہ غالباً یہ کام آپ کے خاندان میں پہلے سے چلا آتا تھا۔

بکریاں بھیڑیاں چرایا کرتے تھے

دغفل نسابہ کا قول پہلے (صـــ۳۱) میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے آپکو قریش کا چرواہا کہا اور کسی نے اس کی رد نہیں کی۔ اور حضرت کے خلیفہ ہونے پر ابوسفیان نے جو کہا:۔

مالنا ولابی فصیل (طبری جلد۳ صـــ۲۰۲)	ہم لوگوں کو ابوفصیل سے کیا واسطہ یا کیا تعلق ہے؟

اس سے بھی شبہ ہوتا ہے کہ دغفل کا قول صحیح تھا ورنہ حضرت ابوبکر کو ابوفصیل کہنے کی کیا مناسبت ہو سکتی ہے فصیل گائے یا اونٹ کے اس بچے کو کہتے ہیں جو اپنی ماں سے جدا کر دیا اور اس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو (انوار اللغۃ پارہ ۲۰ صـــ۲۷) اور عرب کا دستور تھا کہ جو لوگ جانوروں کی خدمت زیادہ کرتے تھے ان کو اسی جانور کا ابا کہتے تھے۔ جیسے مشہور صحابی ابوہریرہ اس نام سے صرف اس وجہ سے مشہور ہوئے کہ آپ نے بلی پالی تھی۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

عن ابی هریرة کنیت اباهریرة لانی وجدت هرة فحملتها فی کمی فقیل لی ابوهریرة۔ (اصابہ جلد ۷ صـــ۱۹۹)	حضرت ابوہریرہ کہتے تھے کہ میری کنیت ابوہریرہ اس وجہ سے ہو گئی کہ میں نے ایک بلی پائی اس کو اٹھا کر اپنی آستین میں رکھنے لگا۔ اس پر لوگ مجھ کو ابوہریرہ کہنے لگے۔

ایک اور قول ہے:۔

قلت لابی هریرة لم کنیت بابی هریرة قال کنت ارعیٰ غنم اهلی وکانت لی هرة صغیرة فکنت اضعها باللیل فی شجرة واذا کان النهار ذهبت بها معی فلعبت بها فکنونی اباهریرة (اصابه ص ۱۹۹)۔

ایک شخص نے ابوہریرہ سے پوچھا کہ یہ تمہاری کنیت کیونکر ہو گئی۔ انھوں نے کہا میں اپنے اہل کی بکریاں اور دنبیاں چرایا کرتا اور میری ایک چھوٹی بلی تھی اس کو رات کے وقت ایک درخت میں رکھ دیا کرتا۔ پھر جب دن ہوتا تو اس کو اپنے ساتھ لئے پھرتا اور اس سے کھیلا کرتا۔ اس وجہ سے لوگوں نے مجھے ابوہریرہ پکارنا شروع کر دیا۔

بزازی کرتے تھے دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت بزاز تھے۔ حضرت کی بزازی کی دوکان آج تک مکہ معظمہ میں موجود ہے۔ عالم اہلسنت احمد حضراوی نے لکھا ہے:-

ان اهل مکة یمشون فی المولید من دار خدیجة الی مسجد یقولون انه دکان ابی بکر الصدیقؓ کان یبیع فیه الخز (کتاب عقد ثمین مطبوعه مصر ص ۲۱)

مکہ والے میلادوں میں حضرت خدیجہ کے مکان سے ایک مسجد کی طرف جاتے ہیں جس کو کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر کی دوکان ہے۔ ممدوح اسی میں خز کا کپڑا بیچا کرتے تھے۔ (خز ایک کپڑا ہے جو اون اور ریشم ملا کر بنا جاتا ہے اور خالص ریشمی کپڑے کو بھی کہتے ہیں (انوار اللغت پ ص ۳۴)

اور علامہ دمیری ایسے محقق جلیل نے ان لوگوں کے پیشوں کے متعلق لکھا ہے:-

کان ابوبکر الصدیقؓ بزازا وکذلک عثمان وطلحة وعبدالرحمن بن عوف وکان عمرؓ دلالا یسعیٰ بین البائع والمشتری وکان سعد بن ابی وقاص یبری النبل وکان الولید بن المغیرة حدادا وکذلک ابوالعاص اخو ابی جهل وکان عقبة بن ابی معیط خمارا وکان ابوسفیان بن حرب یبیع الزیت وکان عمرو بن العاص جزارا وکذلک ابوحنیفه (حیوة الحیوان جلد ۱ ص ۱۶)

حضرت ابوبکر صدیق بزاز تھے۔ اسی طرح حضرت عثمان طلحہ اور عبدالرحمن بن عوف بزاز تھے۔ اور حضرت عمر دلال تھے کہ دوکانداروں اور خریداروں کے درمیان دوڑا کرتے اور سعد بن ابی وقاص تیر سازی کا کام کرتے۔ اور ولید بن مغیرہ لوہار تھے۔ اسی طرح ابوجہل کے بھائی ابوالعاص بھی لوہار تھے۔ اور عقبہ بن ابی معیط شراب بیچا یا بنایا کرتے۔ اور ابوسفیان (والد معویہ) زیتون کا تیل بیچا کرتے اور عمرو بن العاص قصاب تھے۔ اسی طرح حضرت ابوحنیفہ بھی قصاب تھے۔

(اس فہرست میں بنی ہاشم کے کسی شخص کا کوئی ذکر نہیں بلکہ نام تک نہیں ہے)

دودھ دوہا کرتے تھے معلوم نہیں یہ بطور پیشہ تھا یا اعزازی خدمت کہ لوگوں کی بکریوں اور دنبیوں کا دودھ حضرت دوہا کرتے۔ علامہ علی متقی و علامہ طبری وغیرہ نے ممدوح کے حال میں لکھا ہے اور چونکہ ممدوح کی تجارت کے سلسلہ میں اسکو لکھا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ کام بھی بطور پیشہ کے تھا۔

وکان رجلا تاجرا فکان یغدو کل یوم السوق فیبیع و یبتاع وکانت له قطعة غنم یروح علیها و ربما خرج هو بنفسه فیها و ربما کفیها فرعیت له وکان یحلب للحی اغنامهم فلما بویع له بالخلافة قالت جاریة من الحی الآن لا یحلب لنا منائح دارنا۔ فسمعها ابو بکر فقال بلی لعمری لاحلبنها (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ و تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۵۳)

حضرت ابوبکر تجارت پیشہ شخص تھے۔ وہ ہر صبح بازار میں نکل جاتے اور خرید و فروخت میں مشغول رہتے۔ اس کے ساتھ ان کے پاس بکریوں دنبیوں کا ایک گلہ بھی تھا جس کو چرایا کرتے۔ اس کے چرانے کو کبھی خود جاتے اور کبھی کوئی اور شخص چرا دیتا۔ اس کے ساتھ وہ قبیلہ کی بکریوں اور دنبیوں کا دودھ دوہا کرتے۔ جب وہ خلیفہ بن گئے اور لوگوں سے اس پر بیعت لی تو اس قبیلہ کی ایک لونڈی نے کہا اب تو وہ ہماری بکریاں اور دنبیاں نہیں دوہیں گے۔ اس بات کو حضرت ابوبکر نے سنا تو کہا مجھے اپنی زندگی کی قسم اب بھی میں اس کام کو چھوڑوں گا نہیں بلکہ دوہتا رہوں گا۔

چوتھی فصل

خاندانی پیشہ کے نتائج

ہندوستان میں بکریوں بھیڑیوں کے چرواہے جس علم و عقل و تہذیب و ادب کے ہوتے ہیں واضح ہے۔ اسی پر ہم عرب کے چرواہوں کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ کم از کم اتنا ضرور ہے

کہ چرواہوں کی زندگی زیادہ تر میدانوں جنگلوں میں بسر ہوتی ہے ۔ انسانی آبادی سے ان کے تعلقات بہت قلیل رہتے ہیں ۔ آدمیوں سے ان کی معاشرت کم ہوتی ہے۔ شریف اور معزز لوگوں سے ملنے اور تبادلۂ خیالات کرنے کا موقع شاذونادر ملتا ہے ۔ شہری یا دیہاتی زندگی کی خوبیوں سے وہ زیادہ تر علیحدہ ہی رہتے ہیں ۔ ان میں مدنیت کا پیدا ہونا دشوار ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ان کے علم و عقل میں بھی کوئی ترقی نہیں ہوتی البتہ بزازی کے پیشہ میں کوئی عیب نہیں ۔ حلال اور طیب و طاہر معاش کا ذریعہ ہے اس سے دولت میں ترقی ہوتی اور آسودگی حاصل رہتی ہے مگر جناب ممدوح کی تجارت اور بزازی کی جو شان کتب تاریخ میں لکھی ہے وہ آپ کی کچھ معزز حیثیت نہیں ثابت کرتی مثلاً علامہ سیوطی و علامہ علی متقی وغیرہ نے لکھا ہے ۔

بویع ابوبکر اصبح وعلی ساعدہ ابراد وھو ذاھب الی السوق فقال عمر این ترید قال الی السوق (تاریخ الخلفاء ص ۵۲ و کنزالعمال جلد ۳ ص ۱۲۹)

جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہوگئی تو وہ صبح کو اپنے کاندھوں پر چادروں کی گٹھری لاد کر بازار کی طرف تشریف لے چلے ۔ اس حالت کو حضرت عمر نے دیکھ لیا ۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے ۔ کہا بازار جاتا ہوں (کہ ان سب کو بیچوں)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ممدوح اپنے کاندھوں پر کپڑا لادے ہوئے پھیری کرکے بیچا کرتے تھے ۔ رہا دودھ دوہنے کا پیشہ تو یہ بہت ہی چھوٹا کام معلوم ہوتا ہے ۔ اور نہایت حقیر لوگ اس پیشہ کو اختیار کرتے ہیں ۔ بہت سے مقام میں یہ پیشہ ایسے کاہل اور ناکارہ لوگ کرتے ہیں جن کو دنیا کا کوئی اور کام نہیں ملتا ۔ یا اُن کی عقل و فہم کسی اور کام کے مناسب نہیں ہوتی ۔

پانچویں فصل

حالات ولادت

شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے لکھا ہے " حضرت عمر مشہور روایت کے مطابق ہجرت نبوی کے ۴۰ برس قبل پیدا ہوئے ۔ ان کی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہیں ۔ حافظ

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں عمرو بن العاص کی زبانی ایک روایت نقل کی ہے کہ میں چند احباب کے ساتھ ایک جلسہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتہً ایک غل اٹھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ خطاب کے گھر بیٹا پیدا ہوا" (الفاروق ص۲۷)۔ اس سے امید تھی کہ حضرت ابو بکر کی ولادت کے متعلق بھی کتب تاریخ میں کوئی ذکر ہو گا مگر افسوس بہت کچھ تلاش کرنے پر بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ بعض روایتوں سے اس کا پتا چلتا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کس سال ہوئی۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے:۔

ولد بعد مولد النبیؐ بسنتین واشھر فانہ مات ولہ ثلث وستون سنۃ (تاریخ الخلفاء ص۲۱)	حضرت ابو بکر حضرت رسولخدا صلعم کی ولادت کے دو سال چند مہینوں کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب وہ مرے ہیں تو ان کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔

اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے:۔

ولد بعد الفیل بسنتین و ستۃ اشھر (اصابہ جلد ۴ ص۱۰۱)	عام الفیل کے دو سال اور چھ مہینہ کے بعد آپ کی پیدائش ہوئی۔

جس سال ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا ہے اس کو عام الفیل کہتے ہیں۔ اس سال حضرت رسولخدا صلعم کی ولادت ہوئی تھی اور یہ ۵۷۰ء تھا۔ اس طرح آپکی ولادت ۵۷۲ء میں واقع ہوئی مگر علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے:۔

کان مولدہ بعد الفیل بثلاث سنین (تاریخ کامل جلد ۲ ص۱۶۱)	حضرت ابو بکر کی پیدائش عام الفیل کے تین سال بعد ہوئی۔

اس طرح آپ کی ولادت ۵۷۳ء میں ثابت ہوتی ہے لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابو بکر جناب رسالت مآب صلعم سے بڑے تھے۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔

ان النبیؐ قال لابی بکر انا اکبر او انت۔ قال انت اکبر وانا اسن منکؐ (تاریخ الخلفاء ص۲۱)	حضرت رسولخدا صلعم نے جناب ابو بکر سے پوچھا کہ میں بڑا ہوں یا تم۔ موصوف نے جواب دیا کہ آپ بڑے ہیں اور میں آپ سے عمر میں زیادہ ہوں۔

اگر یہ روایت تسلیم کی جائے تو آپ کی ولادت ۵۶۹ء میں ثابت ہوتی ہے۔

چھٹی فصل

حلیہ (آپکی صورت شکل)

اکثر مورخین و محدثین نے حضرت ابوبکر کے حالات میں حضرت کے حلیہ (صورت شکل) کو بھی بہت اہمیت سے ذکر کیا ہے اس وجہ سے ہم بھی اس کا نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے:۔

کان ابیض نحیفا خفیف العارضین معروق الوجہ ناتیٔ الجبھۃ (اصابہ جلد ۴ ص۱۰۲)	حضرت سفید رنگ کے دُبلے پتلے تھے۔ آپ کے دونوں رخسارے پچکے ہوئے تھے۔ چہرے پر گوشت بہت کم تھا۔ اور پیشانی آگے کو نکل گئی تھی۔
کان ابیض لطیفا جعدا مسترق الورکین [1] (اصابہ جلد ۴ ص۱۰۲)	حضرت سفید رنگ کے لطیف تھے۔ آپ کے بال گھونگر والے اور آپ کی دونوں ران نھنی نھنی تھی۔

مگر سب سے زیادہ صحیح حلیہ وہ ہے جو اولاد بتائے۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے:۔

عن عائشۃ رضہ ان رجلا قال لھا صفی لنا ابا بکر فقالت رجل ابیض نحیف خفیف العارضین احناء	ایک شخص نے حضرت عائشہ سے فرمائش کی کہ مجھ سے حضرت ابوبکر کی صورت شکل بیان کیجئے۔ انھوں نے کہا کہ وہ ایک شخص سفید رنگ کے کمزور اور دُبلے پتلے تھے۔ ان کے دونوں رخسارے پچکے ہوئے

[1] جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے ورک کا معنے سرین لکھا ہے (انوار اللغۃ جلد ۳ ص۳۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دونوں سرینیں چھوٹی یا ناقص یا کمزور یا نھنی نھنی یا نازک تھیں ۱۲

لا یستمسک ازارہ یسترخی عن حقویہ معروق الوجہ غائر العینین ناتی الجبھۃ عاری الاشاجع ھذہ صفتہ (تاریخ الخلفاء ص۲۲ و استیعاب جلد ۱ ص۳۴۴ وغیرہ)	تھے آگے یا پیچھے کو جھکی ہوئی (یعنی کبڑنکلی ہوئی) پشت تھی۔ آپ اپنے پائجامہ یا لنگ کو روک نہیں سکتے تھے۔ اور وہ آپ کے دونوں کولھوں سے ڈھیلا ہو ہو کر گرا پڑتا تھا۔ آپ کے چہرے پر گوشت بہت کم تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ پیشانی آگے کو نکل گئی تھی۔ آپ کی انگلیوں میں گوشت بالکل نہیں تھا (صرف چمڑا اور ہڈیاں تھیں) یہی ان کی صورت شکل تھی۔

مگر علامہ محب طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ احنا نہیں بلکہ اجنا ہی (ریاض نضرہ جلد ۱ ص۵۱) اس کا معنے بھی کبڑا ہے۔ جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے "کان ابوبکر ابیض نحیفا خفیف العارضین اجنأ ابوبکر صدیق سفید رنگ۔ دبلے۔ پتلے۔ پچکے گال والے۔ جھکے ہوئے آدمی تھے"۔ "ابیض اجناء خفیف العارضین۔ سفید رنگ۔ کبڑے۔ ہلکے رخساروں والے"۔ (انوار اللغۃ پ۵ ص۸)

اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے:۔

ان ازاری یسترخی احیانا فکان شدہ کان یتحلل اذا تحرک بمشی او غیرہ لغیر اختیارہ۔ (پ ۲۴ ص۴۴۹)	حضرت ابوبکر کہتے تھے کہ میرا پائجامہ کبھی کبھی ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ شاید ان کا مطلب تھا کہ جب وہ کہیں چلنے وغیرہ کے لئے ہلتے بھی تو اُن کے پائجامہ کی گرہ بے اختیاری میں کھل جایا کرتی تھی اور وہ اس کو کسی طرح روک نہیں سکتے تھے۔

اور امام بخاری نے لکھا ہے:۔

قدم النبیؐ و لیس فی اصحابہ اشمط غیر ابی بکر فغلفھا (صحیح بخاری پ۱۵ ص۲۸۲)	حضرت رسولخدا صلعم تشریف لائے اور حضرتؐ کے صحابہ میں ابوبکر سے زیادہ کوئی اشمط نہیں تھا۔ پھر اس کو انھوں نے (خضاب وغیرہ سے) چھپا دیا۔

جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب اشمط کے معنے میں لکھتے ہیں "لیس فی اصحابہ اشمط غیر ابی بکر۔ آپ کے اصحاب میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ادھڑ ہو یعنی جس کے بال کچھ سفید ہوں کچھ کالے سوا ابوبکر صدیق رضؓ کے" (انوار اللغۃ پ۱۳ ص۱۱۴) اور پہ کئی قول میں اس کا ذکر ہے کہ موصوف سفید رنگ کے تھے مگر علامہ دیار بکری لکھتے ہیں:۔

رایته رجلا اسمر خفیف اللحم ۔۔۔۔ وفی روایة کان آدم طویلا (تاریخ خمیس جلد ۲ ص۲۲۲)	میں نے حضرت ابوبکر کو ایسا شخص پایا جن کا رنگ گندم گوں اور جن کے بدن میں گوشت بہت کم تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ممدوح سانولے رنگ کے لمبے آدمی تھے۔

ساتویں فصل

نام۔ کنیت۔ القاب اور انکے وجوہ اسباب

نام حضرت ابوبکر کا نام اب عبداللہ مشہور ہے۔ مگر اسلام سے قبل آپ کا نام نامی عبدالکعبہ تھا۔ یعنی جس طرح زمانہ جاہلیۃ میں لوگ بتوں کی نسبت سے عبداللات عبد العزے وغیرہ نام رکھتے اسی طرح آپ کا نام بھی عبدالکعبہ رکھا گیا تھا۔ اور یہی نام رہا۔

علامہ محب طبری نے لکھا ہے:۔

کان اسمه رضؓ عبد الله وقیل عبد الکعبة فلما اسلم سماه النبیؐ عبد الله قاله جمهور اهل النسب۔ (ریاض نضرہ ص۴۷)	حضرت ابوبکر کا نام عبداللہ تھا۔ اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ان کا اصلی نام عبدالکعبہ تھا جب وہ مسلمان ہوئے تو حضرت رسولخدا صلعم نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا۔ جمہور اہل نسب یہی کہتے ہیں۔

اور اسد الغابہ میں ہے " ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں عبدالکعبہ تھا" (جلد ۵ ص۲۷۹) اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے:۔

کان اسمه قبل الاسلام عبد الکعبة (فتح الباری جلد ۳ ص۳۵۴)	ان کا نام اسلام کے پہلے عبدالکعبہ تھا۔

اور علامہ عینی لکھتے ہیں :-

کان اسمہ فی الجاھلیۃ عبد الکعبہ وسمی فی الاسلام عبد اللہ و کانت امہ تقول ؎ یارب عبد الکعبہ - امتع بہ ماآبہ فھو بصخر اشیہ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۸۵)

حضرت ابوبکر کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا اور اسلام میں عبد اللہ رکھا گیا - انکی ماں یہ تین مصرع پڑھا کرتیں اے (میرے فرزند) عبد الکعبہ کے پروردگار - تو اسکو اسکی آرزوئیں پوری کرکے مالا مال کردے - کیونکہ یہ اپنے نانا صخر سے بہت مشابہ ہے -

استیعاب میں بھی یہی ہے کہ ان کا نام جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا (جلد ۱ ص ۳۴۱)

کنیت عرب میں دستور تھا کہ جب کسی کی شادی ہو جاتی اور اُس کے لڑکا پیدا ہوتا تو لوگ اس لڑکے کا باپ کہکر اس کو پکارتے - جیسے ابو طالب یعنی طالب کے باپ ابو الحسنؑ (حضرت امیر المومنینؑ کی کنیت) امام حسنؑ کے والد - ابو القاسم (حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کنیت) قاسم کے پدر بزرگوار - تہذیب و ادب کے موقع پر اسکی بڑی پابندی کی جاتی کہ لوگ اصلی نام نہیں لیتے بلکہ کنیت ہی سے اس کو یاد کرتے اور بعض موقع پر کسی جانور کی خصوصیت سے کنیت رکھ دی جاتی جیسے ابوہریرہ یا ابو الجمل (یہ بھی صحابی تھے استیعاب جلد ۲ ص ۶۵۳) اور بعض وقت کسی شخص کے خاص وصف کی مناسبت سے اس کی کنیت رکھ دی جاتی تھی - جیسے ابو جہل - مگر کسی طرح یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت ابوبکر کی یہ کنیت کس وجہ سے تھی - اگر کسی لڑکے کے سبب سے ہوتی تو ممدوح کی اولاد میں اس نام کا کوئی فرزند ہونا ضروری تھا - حالانکہ آپ کے صرف تین بیٹے عبد اللہ و عبد الرحمان و محمد بن ابی بکر اور تین بیٹیاں حضرت عائشہ و اسماء و ام کلثوم تھیں (ریاض نضرہ جلد ۱ ص ۱۸۷) اور کوئی لڑکا بکر نامی نہیں تھا - ماننا پڑے گا کہ اس اصول پر یہ کنیت نہیں تھی - اور کسی خاص وصف کی مناسبت سے بھی یہ کنیت نہیں تھی کیونکہ بکر میں کوئی معنی ایسا نہیں ہے جس سے کوئی کنیت اختیار کی جائے - پس اس کنیت کی کوئی وجہ اس کے سوا سمجھ میں آتی ہی نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر شاید اونٹ وغیرہ چراتے ہوں اور اس جہتہ سے لوگوں نے آپ کو ابوبکر کہنا شروع کردیا ہو جیسا دغفل کا بیان پہلے لکھا جاچکا - دغفل کا قول اور دعوے کچھ معمولی نہیں تھا بلکہ بڑے بڑے مورخین محققین نے

اس کو نہایت اہمیت سے ذکر کیا ہے اور مختلف مواقع پر اس سے استدلال کیا ہے جیسے علامہ مسعودی ایسے جلیل القدر مورخ نے لکھا ہے :-

قولہ عند عرضہ لنفسہ علے القبائل بمکۃ وابوبکر و قومہ علے بکر بن وائل وتقدم ابی بکر الیہم وماجرے بینہ وبین دغفل من الکلام فی النسب البلاء موکل بالمنطق۔
(مروج الذہب ج ۵ ص ۹۱)

جب حضرت رسولخدا صلعم نے مکہ کے قبیلوں پر اپنی رسالت کو پیش کیا اور حضرت ابوبکر اور ان کی قوم قبیلہ بکر بن وائل کے سامنے ہوئے اور حضرت ابوبکر ان لوگوں کی طرف بڑھے اور انکے اور دغفل کے درمیان نسب کے متعلق تقریر ہوئی تو اُس کے بارے میں حضرت رسولخدا صلعم نے (حضرت ابوبکر سے) فرمایا تھا کہ زبان اور بولی پر بھی بلاء اور آفت مسلط رہتی ہے (یعنی انسان جو بولے سمجھ کر اور سنبھل کر بولے ورنہ آفت میں گرفتار ہو جائیگا)

آپ کی کنیت صرف ابوبکر ہی نہیں بلکہ ابوفصیل بھی تھی۔ جیسا کہ پہلے کئی دفعہ لکھا گیا۔ اور فصیل کا معنے گاے یا اونٹ کا وہ بچہ ہے جو اپنی ماں سے جدا کر دیا جائے۔ اس معنے سے ابوفصیل کا معنے اونٹ کا باپ ہوا۔ ابوبکر کا معنے بھی لغت کے اعتبار سے اونٹ کا باپ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت ممدوح اونٹ کے باپ کسی طرح نہیں تھے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اونٹ چرانے کی وجہ سے لوگ اس نام سے پکارنے لگے ہوں فاضل طنطاوی نے بھی لکھا ہے کنیتہ ابوبکر وھی من البکر وھوالفتیٰ من الابل۔ حضرت کی*

القاب

آپ کے القاب میں دو لقب بہت مشہور ہیں۔ ایک عتیق۔ دوسرا صدیق۔ عتیق کے متعلق بہت سی وجہیں لکھی ہیں کہ آپ کو کیوں اس لفظ سے یاد کیا جاتا تھا کوئی کہتا ہے آپ کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ کوئی کہتا ہے رسولخدا صلعم کے ارشاد کی وجہ سے۔ مگر خوبصورتی کی حالت تو ممدوح کے حلیہ سے ظاہر ہے۔ رہا رسولخدا صلعم کا ارشاد فرمانا تو خود حضرت عائشہ کے قول سے اس بات کی تکذیب ہوتی ہے۔ جنھوں نے کہا ہے کہ ان کے دادا نے یہ نام رکھا تھا۔ جناب ممدوحہ فرماتی ہیں:-

ان اباقحافۃ کان لہ ثلاثۃ | ابوقحافہ کے تین بیٹے تھے۔ ایک کا نام انھوں نے عتیق

* کنیت ابوبکر تھی یہ بکر سے مشتق ہے جس کا معنی جوان اونٹ (از ابوبکر الصدیق صفحہ ۲۶)

اولاد فسمی واحداً عتیقاً والثانی معتقاً والثالث عُتیقاً (اصابہ ج ۴ صفحہ ۱۰۲)	رکھا۔ دوسرے کا معتق۔ اور تیسرے کا عُتیق۔

جس سے واضح ہوا کہ ابو قحافہ کو لفظ عتق پسند آیا۔ اسی سے انھوں نے اپنے تینوں بیٹوں کا وہ نام رکھا جو اس سے مشتق تھا۔ اور علامہ ابن حجر نے خاص اس نام کی جو وجہ تسمیہ بیان کی ہے وہ زیادہ قرین عقل معلوم ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں:

لان امہ کان لایعیش لھا ولد فلما ولد استقبلت بہ البیت فقالت اللھم ھذا عتیقک من الموت۔ (فتح الباری ج ۳ صفحہ ۳۵۴)	بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی ماں کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ اس وجہ سے اونھوں نے یہ کیا کہ جب حضرت ابوبکر پیدا ہوئے تو اُن کو خانہ کعبہ کے پاس لائیں اور اُس کے سامنے رکھ کر کہا اے معبود یہ بچہ تیری موت سے آزاد شدہ ہو۔

مطلب یہ کہ اے خدا تو اس بچے کو موت سے بچا دینا اور زندہ رکھنا۔

اس قول کے مطابق اس لقب کی کوئی خوبی باقی نہیں رہتی جس ماں کی اولاد زندہ نہیں رہتی ہے وہ یہی چاہتی ہے کہ اس کا کوئی لڑکا بچ جائے اور وہ نعمت اولاد سے محروم نہ رہے اس وجہ سے اُس وقت ابو قحافہ کا جو لڑکا ہوتا اس کو اس کی ماں خانہ کعبہ کے پاس لے جا کر یہی کہتی۔ اور ممدوح کا نام بھی علامہ ابن حجر کی مذکور بالا توجیہ کی تائید کرتا ہے کہ چونکہ ماں نے ان کو خانہ کعبہ کے سامنے لا کر زندہ رہنے کی دعا کی۔ اس وجہ سے انکو عتیق بھی کہا اور ان کا نام بھی عبد الکعبہ رکھا۔ جو دونوں ایک دوسرے کے مناسب ہیں۔

صدیق

آپ کا دوسرا اور سب سے زیادہ مشہور لقب صدیق ہے۔ اس کی وجہ مورخین و محدثین نے یہ لکھی ہے:

لقب الصدیق لسبقہ الی تصدیق النبیؐ وقیل کان ابتداء تسمیتہ بذلک صبیحۃ الاسراء (فتح الباری پ ۱۴ صفحہ ۳۵۴)	حضرت ابوبکر کا لقب صدیق اس وجہ سے مقرر کیا گیا کہ آپ نے رسولخدا صلعم کی تصدیق میں سبقت کی۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شب معراج کی صبح کو آپ پہلی دفعہ اس لقب سے سرفراز کئے گئے۔

مگر اس پر سب مورخین و محدثین اہلسنت کا اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ سب سے پہلے

مسلمان ہوئیں ۔ اس کے بعد دوسرے لوگ اس دین میں داخل ہوتے گئے ۔ غرض حضرت ابوبکر کو اولیتہ نہیں حاصل تھی بلکہ مورخ طبری کی روایتہ کے مطابق آپ پچاس شخصوں کے بعد مسلمان ہوئے ۔ پھر آپ کا لقب صدیق کیوں ہوتا ؟ رہی دوسری وجہ تو واقعہ معراج کی تصدیق بھی تنہا حضرت ابوبکر نے نہیں کی بلکہ اور صحابہ نے بھی اس کو مان لیا ۔ اور ایک ہی کام کی وجہ سے صرف ایک شخص کو کسی خاص لقب سے سرفراز کرنا اور دوسروں کو محروم کرنا عدل کے خلاف ہے جس سے آنحضرتؐ کی شان کہیں ارفع تھی ۔ علاوہ بریں حضرت ابوبکر نے فوراً نہیں مانا بلکہ پہلے حضرت سے اس پر بحث کی ۔ علامہ محب طبری نے لکھا ہے کہ :-

اقبل حتے انتھی الی رسول اللہ وقال یا نبی اللہ حدث ھولاء انکؐ جئت بیت المقدس ھذہ اللیلۃ قال نعم قال یا نبی اللہ فصفہ لی فانی قد جئتہ (ریاض نفرہ ج ۱ ص ۴۹)	جب حضرت ابوبکر نے واقعہ معراج کی خبر سنی تو رسولخداؐ کے پاس آئے اور کہا یا حضرت یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ رات کو بیت المقدس گئے تھے ۔ حضرت نے فرمایا ہاں ۔ انھوں نے کہا ذرہ مجھ سے بیان کیجئے کہ آپ کس طرح وہاں گئے تھے ۔

یہ ظاہر ہے کہ بحث کرنے اور دلیل حاصل ہونے کے بعد تو مخالف بھی دعوے کو قبول کر لیتا ہے اس میں حضرت ابوبکر کی کیا خصوصیت ہوئی جس کی وجہ سے آپ اس لقب سے موصوف ہوتے ۔ ہاں بغیر ثبوت طلب کئے آپ تصدیق کر دیتے تو پھر بھی کچھ گنجائش تھی ۔
دوسری مصیبت یہ ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ صدیق صرف تین ہیں ۔ سب سے بڑے مفسر اہلسنت علامہ فخر الدین رازی نے لکھا ہے :-

عن رسول اللہؐ انہ قال الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مؤمن آل یاسین ومومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ والثالث علی بن ابی طالب وھو افضلھم (تفسیر کبیر سورہ مومن ع ۹ ج ۷ ص ۳۱۳)	حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں ۔ اول حبیب نجار مومن آل یاسین ۔ دوسرے مومن آل فرعون جنھوں نے کہا تھا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کروگے ۔ جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے ۔ تیسرے علی بن ابی طالب ۔ اور وہ ان تینوں میں سب سے افضل ہیں ۔

اور علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے:۔

عن معاذۃ بنت عبد اللہ العدویۃ قالت سمعت علی بن ابیطالب علے منبر رسول اللہ انا الصدیق الاکبر آمنت قبل ان یومن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر (معارف مطبوعہ مصر ص۵۶)	معاذۃ عدویہ دختر عبد اللہ کہتی تھیں کہ میں نے سُنا حضرت علے ابن ابی طالب حضرت رسولخدا صلعم کے منبر پر کہتے تھے کہ میں صدیق اکبر ہوں ابوبکر سے پہلے میں ایمان لاچکا ہوں اور ابوبکر سے پہلے مسلمان ہو چکا ہوں۔

اور علامہ محب طبری نے لکھا ہے:۔

ویلقب بیعسوب الامۃ والصدیق الاکبر... وعن علی انہ کان یقول انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر وعن ابی ذر قال سمعت رسول اللہ یقول لعلی انت الصدیق الاکبر وانت	اور حضرت علے کا لقب یعسوب الامتہ اور صدیق اکبر ہے۔ اور حضرت علیؑ کا معمول تھا کہ فرمایا کرتے میں خدا کا بندہ۔ حضرت رسول اللہ صلعم کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ اور جناب ابوذر صحابی بیان کرتے تھے کہ میں نے سنا کہ حضرت رسولخدا صلعم حضرت علیؑ سے فرماتے تھے کہ تم صدیق اکبر ہوله اور

له ریاض نضرہ مطبوعہ مصر میں یہ روایت اسی طرح ہے۔ مگر درحقیقت اس میں تحریف کردی گئی ہے اصل روایۃ میں انت الصدیق الاکبر کے پہلے آنحضرت صلعم کا یہ جملہ بھی ہے انت اوّل من آمن بی وصدق۔ یعنی اے علیؑ تم ہی سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور تم ہی نے سب سے پہلے میری تصدیق کی ہے۔ چنانچہ عالم اہلسنت مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب ص۱۲ میں اس روایۃ کو ریاض نضرہ سے اس جملہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ وہ ریاست رام پور کے کتب خانہ میں رجسٹرار تھے۔ وہاں ان کو غالباً ریاض نضرہ کا قلمی نسخہ مل گیا اس سے صحیح عبارت نقل کردی اور مصر والوں نے چھاپتے وقت یہ جملہ نکال دیا ۱۲

الفاروق الذی تفرق بین الحق والباطل (ریاض نضرہ ج ۲ ص ۱۵۵)	تم وہ فاروق ہو جو حق و باطل کے درمیان فرق کردو گے۔

اور علامہ نسائی نے جن کی کتاب سنن نسائی صحاح ستہ میں داخل ہے اپنی کتاب خصائص نسائی میں لکھا ہے :۔

قال علی رض انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر۔ لا یقولھا بعدی الا کاذب آمنت قبل الناس بسبع سنین (خصائص نسائی مطبوعہ مصر ص ۳)	حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ کا بندہ حضرت رسولخدا صلعم کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں اس بات کو میرے بعد جو شخص کہے گا وہ جھوٹا ہے۔ میں سب لوگوں سے سات سال پہلے ایمان لاچکا تھا۔

اور علماء اہلسنت سے فن مناظرہ میں جو بزرگ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ یعنی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا ہے :۔

ودر احادیث صحیحہ کنیت شان بابو تراب وابو الریحانتین و تلقیب ایشاں بہ ذی القرنین و یعسوب الدین وصدیق وفاروق وسابق ویعسوب الامۃ ویعسوب المومنین ویعسوب قریش وبیضۃ البلد وامین وشریف وہادی ومہدی وغیرہ مروی وثابت است (فتاوے عزیزی جلد ۲ ص ۸)	اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ کی کنیت ابو تراب۔ ابوالریحانتین تھی اور آپ کے القاب یہ تھے ذوالقرنین۔ یعسوب الدین صدیق۔ فاروق۔ سابق۔ یعسوب الامۃ۔ یعسوب المومنین۔ یعسوب قریش۔ بیضۃ البلد امین۔ شریف۔ ہادی اور مہدی ان سب کی روایتیں موجود اور ثابت ہیں۔

اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے :۔

الصدیقون ثلاثۃ حزقیل مومن آل فرعون وحبیب النجار صاحب آل یسین وعلی بن ابی طالب۔	صدیق تین ہیں حزقیل مومن آل فرعون و حبیب النجار صاحب آل یسین اور علی ابن ابی طالب۔

یہ بھی لکھا ہے :۔

الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مؤمن آل یسین قال یا قوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مؤمن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی ابن ابیطالب وھو افضلھم۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۲)

صدیق تین ہیں۔ اول حبیب نجار جو مومن آل یسین تھے جنھوں نے کہا اے قوم پیغمبروں کی پیروی کرو۔ دوسرے حزقیل مومن آل فرعون۔ جنھوں نے کہا اے قوم کیا تم لوگ اس شخص کو قتل کرو گے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ تیسرے علی بن ابی طالب اور وہ سب میں افضل تھے۔

حضرت رسولخدا صلعم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:۔

ان ھذا اول من آمن وھو اول من یصافحنی یوم القیامۃ وھذا الصدیق الاکبر وھذا فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھذا یعسوب المومنین والمال یعسوب الظالمین قال لہ لعلی (کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶)

حضرت علی کے بارے میں ارشاد نبی ہوتا ہے کہ یہی وہ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور یہی وہ ہیں جو سب سے پہلے قیامت میں مجھ سے مصافحہ کریں گے۔ یہی صدیق اکبر ہیں اور یہی اس امت کے فاروق ہیں جو حق و باطل کے درمیان فرق کریں گے۔ اور یہ مومنین کے سردار ہیں اور مال ظالموں کا سردار ہوتا ہے۔

یہی علامہ علی متقی یہ بھی لکھتے ہیں:۔

عن عباد بن عبد اللہ سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الا کذاب مفتر ولقد صلیت قبل الناس سبع سنین (کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۴)

عباد بن عبد اللہ کہتا تھا کہ میں نے حضرت علی کو سنا کہ فرماتے تھے میں اللہ کا بندہ۔ اس کے رسولؐ کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ اس بات کو میرے بعد نہیں کہے گا مگر وہی شخص جو بڑا جھوٹا اور افترا کرنے والا ہوگا۔ میں سب لوگوں سے سات سال پہلے سے نماز پڑھتا رہا ہوں۔

ممدوح ہی نے یہ حدیث بھی لکھی ہے :-

قال رسول اللہؐ یا علی لیس فی القیامۃ راکب غیرنا ونحن اربعۃ فقام رجل من الانصار فقال فداک ابی وامی فمن ھم قال انا علی البراق واخی صالح علی ناقتہ التی عقرت وعمی حمزۃ علی ناقتی العضباء واخی علی علی ناقۃ من نوق الجنۃ بیدہ لواء الحمد ینادی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فیقول الآدمیون ما ھذا الا ملک مقرب او نبی مرسل او حامل عرش فیجیبھم ملک من بطنان العرش یا معشر الآدمیین لیس ھذا ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا ولا حامل عرش ھذا الصدیق الاکبر علی ابن ابیطالب (کنز العمال ج ۶ صفحہ ۱۵۴)

حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اے علی قیامت میں اونٹ پر سوا ہم لوگوں کے کوئی سوار نہیں ہوگا۔ اور ہم لوگ صرف چار شخص ہوں گے۔ اس پر انصار سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا میرے باپ ماں حضور پر فدا ہو جائیں وہ کون چار حضرات ہیں۔ فرمایا میں براق پر ہوں گا اور بھائی صالح اپنی اس اونٹنی پر ہوں گے جو پے کی گئی تھی۔ اور چچا حمزہ میری عضباء اونٹنی پر ہونگے اور میرے بھائی علی بہشت کی ایک اونٹنی پر ہوں گے اور ان کے ہاتھ میں لواء حمد ہوگا وہ پکار کر کہتے ہوں گے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس پر آدمی لوگ کہنے لگیں گے ہو نہ ہو یہ شخص یا خدا کی درگاہ کا کوئی مقرب فرشتہ یا عرش کا اوٹھانے والا (فرشتہ) ہے۔ اُس وقت عرش کے نیچے سے ایک فرشتہ پکار کر جواب دے گا کہ اے لوگو! یہ شخص نہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہے اور نہ کوئی نبی مرسل ہے اور نہ عرش کا اٹھانے والا ہے بلکہ یہ صدیق اکبر علی ابن ابی طالب ہیں۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ خود حضرت رسول خدا صلعم نے متعدد مواقع پر تصریح سے ارشاد فرمایا کہ حضرت علیؑ صدیق ہیں اور آپ ہی صدیق اکبر ہیں۔

آٹھویں فصل

عہد طفولیت و تعلیم و تربیت

اس فصل کو خالی ہی سمجھنا چاہئے کیونکہ ممدوح کے نہ بچپن کے حالات ملتے ہیں نہ تعلیم و تربیت کے تاریخ و حدیث وغیرہ کی مشہور اور مطبوعہ کتابوں میں تو پتا ہی نہیں ہے زمانہ حال میں ایک عالم اہلسنت شیخ علی طنطاوی نے حضرت کی بہت مفصل سوانح عمری عربی زبان میں لکھی ہے جو دمشق میں چھاپی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ملک شام میں عربی کتابوں کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں کا جو ذخیرہ موجود ہے وہ کتنا عظیم الشان ہوگا اور وہاں کے جید عالم حضرت کے حالات لکھنا چاہیں تو کس قدر کامیابی ہوگی۔ یہ سوانح عمری ۳۶۰ صفحوں میں مکمل ہوئی ہے مگر افسوس اس میں بھی ممدوح کی طفولیت اور تعلیم و تربیت کا کوئی ذکر نہیں ملا۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے:۔

وکان منشأه بمکة لایخرج منها الا لتجارة (تاریخ الخلفاء ص۲۱)	حضرت کی نشو و نما مکہ میں ہوئی۔ اس سے باہر کبھی نہیں جاتے۔ البتہ تجارت کے لئے باہر جاتے

مگر جب خلیفہ ہوتے وقت تک آپکی تجارت پھیری کی تھی کہ چادروں کو کاندھے پر رکھ کر بازار میں نکل جاتے۔ تو ابتداء عمر کی تجارت کس شان کی ہوگی۔ جب حضرت رسولخدا صلعم کا سن ۱۲ سال کا ہوا تو جناب ابوطالب نے تجارت کے لئے ملک شام کو جانا چاہا اور آنحضرت صلعم کو مکہ ہی میں چھوڑ دینے کا ارادہ کیا مگر آنحضرت صلعم چچا سے لپٹ گئے اور چلائے کہ ہم کو بھی ساتھ لیتے چلیے۔ جناب ابوطالب کا دل تڑپ گیا۔ حضرت کو ساتھ بٹھا لیا اور لیگئے شام پہونچے تو عیسائی مذہب کے عالموں اور راہبوں نے جناب ابوطالب اور آنحضرت صلعم کی بہت خاطرداری کی۔ علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ اس سفر میں حضرت ابوبکر بھی چلے گئے تھے اُس کے الفاظ یہ ہیں:۔

لما خرج رسول اللّٰہ مع عمه الی الشام فی تجارة ابی طالب وهو ابن اثنتی	جب حضرت رسولخدا صلعم اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کے لئے شام گئے اور اُس وقت

عشرۃ سنۃ ومعما ابوبکر وبلال۔
(منہاج الذہب ج ۱ ص۱۵۱)

حضرت ۱۲ سال کے تھے اور حضرتؐ کے ساتھ ابوبکر و بلال بھی تھے۔

طبری جلد ۲ ص ۱۹۶ میں بھی جناب ابوبکر کا اس سفر شام میں جانا مذکور ہے۔ اس وقت آپکی عمر ۱۰ سال کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندان بنی ہاشم کا احسان شروع ہی سے حضرت ابوبکر کے اوپر رہا کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب ابوطالب ہی جناب ابوبکر کو لے گئے۔ اگر اپنی خدمت کے لئے لے گئے تو یہ بھی احسان تھا کہ بے کاری کی زندگی سے نکالا۔ کھانے پینے کی صورت پیدا کردی۔ اور اگر تجارت سکھانے کو لے گئے تو یہ احسان بالائے احسان تھا۔

نویں فصل

ذریعہ معاش

چوتھی فصل میں آپکا خاندانی پیشہ لکھا گیا ہے۔ یہ فصل اُس سے علحدہ اس سبب سے لکھی گئی کہ جو چیزیں جناب ممدوح کے ذریعہ معاش کی ایسی معلوم ہوں جن کا تعلق خاندانی پیشہ سے نہ ہو وہ بھی ذکر کردی جائیں۔ مثلاً معتبر کتابوں میں ہے کہ آپکا غلام محنت مزدوری کرتا اور جو کماکر لاتا اس پر جناب ممدوح نے ٹیکس مقرر کر دیا تھا اس سے وصول کرکے خود کھایا کرتے علامہ علی متقی نے لکھا ہے:۔

عن عائشۃ قالت کان لابی غلام یخرج لہ الخراج وکان ابی یاکل من خراجہ فجاء یوما بشئی فاکل منہ ابوبکر فقال الغلام اتدری ما ھذا فقال ابوبکر ما ھو۔ قال کنت تکھنت لانسان

حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ میرے باپ کا ایک غلام تھا جس کی کمائی پر میرے والد نے ٹیکس مقرر کردیا تھا اور وہ اس کو برابر ادا کرتا اور میرے والد اس کے ٹیکس سے کھایا کرتے۔ ایک دفعہ وہ غلام اسی ٹیکس کی کوئی چیز لایا والد صاحب نے اس کو بھی لے کر کھالیا۔ اس پر وہ غلام بولا آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ہے کیا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا کیا ہے؟ اس نے کہا

میں نے زمانہ جاہلیۃ میں ایک شخص کے لئے کہانتہ[1] کی تھی۔ اور مجھے کہانتہ کرنے آتا تو ہے نہیں مگر میں نے اس شخص کو دھوکا دیا اور کہہ دیا کہ میں کہانتہ کا علم جانتا ہوں۔ پس وہ شخص مجھ سے ملا۔ اور اس نے مجھ کو یہی چیز دی جس سے آپ نے ابھی کھایا ہے۔	فی الجاھلیۃ وما احسن الکھانۃ۔ الا انی خدعتہ فلقینی فاعطانی بذلک فھذا الذی اکلت منہ۔ (منتخب کنزالعمال ج ۴ ص ۳۲۲)

یہی روایت بجنسہا صحیح بخاری پ ۱۵ ص ۴۳۰ باب ایام الجاہلیۃ میں بھی ہے۔ اس کی شرح میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔

صحیح بخاری میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ غلام خراج دیتا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو مزدوری یا کمائی کرتا تھا وہ انھیں دیتا تھا۔ خراج کا معنے وہ ٹیکس ہے جو مالک اپنے بندہ کے مال پر مقرر کر دیتا ہے کہ کما کر اس کو دیا کرے۔	قولہ یخرج الخراج ای یاتیہ بما یکسبہ والخراج ما یقررہ السید علی عبدہ من مال یحضرہ لہ من کسبہ

پھر لکھتے ہیں:۔

حضرت ابوبکر کا ایک غلام تھا جو کما کر اپنی مزدوری	کان لابی بکر غلام فکان

[1] جناب مولوی وحیدالزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "کہانتہ غیب کی بات یا آیندہ ہونے والی بات بتانا۔ کاہن۔ وہ شخص جو آیندہ ہونے والی باتیں بتلائے اور معرفت اسرار کا دعوے کرے۔ اور عرب میں زمانہ جاہلیت میں کئی کاہن تھے بعضے تو یہ دعوے کرتے تھے کہ جن ان کے تابع ہیں وہ خبریں لاکر سناتے ہیں اور بعضے قرائن اور علامات سے آیندہ ہونے والی بات دریافت کر لیتے۔ ہمارے زمانہ کے نجومی اور پنڈت اور جفّار اور رمّال یہ سب بھی کاہن ہیں اور ان کا پیشہ حرام اور خبیث ہے۔ اور جو مال وہ اس کے بدل کمائیں وہ بھی حرام اور خبیث ہے۔"
(انوار اللغۃ پ ۲۲ ص ۱۰۴)

يجيئ بكسبه فلا يأكل منه حتى يسأله فأتاه ليلة بكسبه فأكل منه ولم يسأله ثم سأله -
(فتح الباری پ۱۵ ص۱۳۰)

کا کھانا وغیرہ ان کو دیا کرتا مگر جب تک آپ اس سے پوچھ نہیں لیتے اس کو کھاتے نہیں تھے۔ ایک رات کو وہ اسی طرح اپنی مزدوری کا کھانا لایا تو آپ نے اس سے کھالیا اور غلام سے پوچھا نہیں بعد کو (جب غلام نے ٹوکا تو) اس سے پوچھ لیا۔

اور علامہ علی متقی نے دوسری روایت اس طرح لکھی ہے:۔

عن زيد بن ارقم قال كان لابى بكر مملوك يغل عليه فأتاه ليلة بطعام فتناول منه لقمة فقال له المملوك مالك كنت تسألنى كل ليلة ولم تسألنى الليلة قال حملنى على ذلك الجوع - من اين جئت بهذا - قال مررت بقوم فى الجاهلية فرقيت لهم فوعدونى - فلما ان كان اليوم مررت بهم - فاذا عرس لهم فاعطونى
(منتخب كنز العمال

جناب زید بن ارقم صحابی بیان کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر کا ایک غلام تھا جو برابر ان کے لئے کما کر کھانا لایا کرتا حسب معمول ایک رات کو وہ کچھ کھانا لایا تو حضرت ابوبکر نے فوراً اس سے ایک لقمہ لے کر کھالیا۔ اس پر دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہونے لگی۔

غلام۔ آپکو کیا ہوگیا ہے؟ آپ ہر رات مجھ سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ پھر آج کیوں نہیں پوچھا؟

حضرت ابوبکر۔ میں بھوک سے بہت پریشان تھا اسی بےچینی میں بے پوچھے کھالیا[1] اچھا اب بتاؤ اس کھانے کو کہاں سے لائے ہو؟

غلام۔ میں جاہلیۃ میں ایک قوم کے پاس سے گزرا اور ان لوگوں کے لئے جھاڑ پھونک کی تو ان لوگوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا۔ وعدے کے دن میں ان کے ہاں گیا تو کوئی شادی درپیش تھی۔ ان لوگوں نے

[1] اس جملہ سے بڑا تعجب ہوا کیونکہ لوگ بڑے شدومد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بڑے مالدار تھے ان کے پاس بہت دولت تھی جس سے اسلام اور مسلمانوں کی مدد کرتے رہتے تھے حالانکہ ممدوح کی یہ حالت تھی ۱۲

جلد ۴ صفحہ ۳۶) | یہی کھانا مجھے دیا جو آپ کے پاس لایا ہوں ۔

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو اپنے طعام کی طرف سے پورا اطمینان تھا کہ غلام مزدوری کر کے اپنا کھانا لایا کرتا اور آپ اس کو نوش فرمایا کرتے ۔

دسویں فصل

حضرت رسولخدا صلعم سے برتاؤ

حضرت رسولخدا صلعم سے حضرت ابوبکر کی دوستی ثابت کرنے کے لئے بعض مورخین و محدثین اسلام نے لکھا ہے کہ جب حضرت رسولخدا صلعم نے دس سال کے سن میں حضرت ابوطالب کے ساتھ سفر شام کیا ہے اور راہب نے حضرت ابوطالب کو خوف دلایا کہ یہود و نصاریٰ سے آپ کی حفاظت کرنی چاہیئے تو حضرت ابوطالب نے راہ سے معاودت کی اور اپنا مال بصرے میں بیچ کر مکہ چلے آئے مگر بعض روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوطالب نے کچھ لوگوں کو ساتھ کر کے حضرت کو مکہ بھیج دیا ۔ اور خود آگے بڑھے ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے شام سے آنحضرت کے ساتھ بلال کو کر دیا تھا ۔ علامہ طبری نے لکھا ہے :-

وبعث معہ ابو بکر رضؓ بلالا (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۶) | حضرت رسولخدا صلعم کے اس سفر میں واپسی کے وقت حضرت ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا تھا ۔

مگر اس کے متعلق جناب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے :-

در بعض طرق وارد شدہ کہ فرستاد ابوبکر بلال را ہمراہ آں حضرت صلعم بمکہ و ایں درست نمی آید زیرا کہ ابوبکر دریں سفر ہمراہ نہ بود و بلال را ہنوز نہ خریدہ | بعض حدیثوں میں ہے کہ شام سے واپسی کے وقت حضرت ابوبکر نے حضرت رسولخدا صلعم کے ساتھ جناب بلال کو بھیج دیا تھا ۔ مگر یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حضرت ابوبکر اس سفر میں حضرت صلعم کے ساتھ گئے

بود وابوبکر خرد تر از حضرت ؐ بود و آں حضرت ؐ دوازدہ سالہ بود (مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ ۳۳)

ہی نہیں تھے۔ اور بلال کو ابھی خریدا بھی نہیں تھا۔ اور ابوبکر آنحضرت صلعم سے چھوٹے تھے اور آں حضرت صلعم اُس وقت بارہ سال کے تھے۔

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ یہ محض غلط ہے۔ کیونکہ بلال اُس وقت پیدا بھی نہ ہوئے ہوں گے (زاد المعاد اور عیون الاثر میں ہے کہ بلال اس قصہ کے تیس برس بعد حضرت ابوبکر کی ملک میں آئے۔ تو اُس وقت اونھوں نے کیونکر ان کو ساتھ کر دیا۔ رہے خاندان بنی ہاشم سے تعلقات تو وہ اچھے نہیں تھے۔ علامہ ابن حجر مکی اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی وغیرہ نے لکھا ہے:۔

ان بنی تیم وعدی وبنی ھاشم کان بینہم شئ فی الجاھلیۃ (صواعق محرقہ صـ ۳۲ وازالۃ الخفاء صـ ۲)

بنو تیم وعدی اور خاندان بنی ہاشم میں بزمانہ جاہلیت عداوت تھی۔

گیارہویں فصل

حضرت عمر سے تعلقات

اگرچہ قبیلہ بنو تیم و بنو عدی میں اتفاق و اتحاد تھا اور دونوں خاندان بنو ہاشم کے مخالف تھے مگر حضرت عمر و ابوبکر کے درمیان کسی تعلق کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ دونوں بزرگوں کے ابتدائی حالات جاننے کی دلچسپی کسی کو بھی نہیں تھی۔ حالانکہ اگر دغفل کے قول کے مطابق حضرت ابوبکر چرواہے تھے تو دونوں میں بچپن کے زمانہ سے کچھ تعلقات ضرور ہوں گے۔ اس لئے کہ حضرت عمر کا شغل بھی اس وقت یہی تھا۔ جناب مولوی شبلی صاحب نے حضرت عمر کے حال میں لکھا ہے "سن رشد کو پہونچکر خطاب ان کے باپ نے اُن کو جو خدمت سپرد کی وہ اونٹوں کا چرانا تھا۔ یہ شغل اگرچہ عرب میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قومی شعار تھا۔ لیکن خطاب نہایت بے رحمی کے ساتھ اُن سے سلوک کرتے تھے۔ تمام تمام دن

اونٹ چرانے کا کام لیتے اور جب کبھی تھک کر وہ دم لینا چاہتے تو سزا دیتے۔ جس میدان میں حضرت عمر کو یہ مصیبت انگیز خدمت انجام دینی پڑتی تھی اُس کا نام ضجنان تھا جو مکہ معظمہ سے قریب، قدید سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت عمر کا ادھر گزر ہوا تو ان کو نہایت عبرت ہوئی۔ آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا کہ میں یہاں نمدے کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھ سے مار کھاتا۔ آج یہ دن ہے کہ خدا کے سوا میرے اوپر اور کوئی حاکم نہیں (طبقات ابن سعد)"۔ (الفاروق ص۲۸) یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر نے اُس وقت عمداً کوئی تعلق حضرت عمر سے نہ پیدا کیا ہو۔ کیونکہ شروع سے آپ سخت مزاج تھے اور حضرت ابوبکر آپکی اس حالت سے واقف تھے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور اُن کو حضرت عمر سے کچھ اختلاف ہوا تو حضرت ابوبکر نے اُن کی جاہلیۃ کی حالت بھی واضح کر دی۔ علامہ محب طبری نے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بغاوت کی ان کے بارے میں حضرت عمر نے ممدوح سے کہا:۔

یا خلیفۃ رسول اللہ تألف الناس وارفق بھم فقال اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام (ریاض نضرہ ص۶۷ وغیرہ)	اے خلیفہ رسول ان لوگوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیجئے اور نرمی سے پیش آئیے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا تم زمانہ جاہلیت میں تو سرکش تھے اور اب اسلام میں بودے[۱] ہو گئے۔

[۱] جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃ وَخَوَّارٌ فی الاسلام۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کیا جاہلیۃ کے زمانہ میں تو تم سرکش اور سخت تھے اسلام میں آکر ناتوان اور کمزور ہو گئے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عرب کے کئی قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ حضرت صدیق نے کہا میں اُن سے لڑوں گا۔ حضرت عمر نے یہ رائے دی کہ تم کو تالیف قلوب چاہیئے تب حضرت صدیق نے یہ فرمایا" (انوار اللغۃ پ۲ ص۱۳۲)

غرض جو سبب بھی ہو مگر کوئی تعلق ظاہر نہیں ہوتا حالانکہ زمانہ اسلام اور زمانہ خلافت میں دونوں بزرگ دو قالب اور ایک روح معلوم ہوتے تھے۔

دونوں بزرگوں کے درمیان زمانہ جاہلیت میں کسی قسم کا تعلق نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر اونٹ چرانے کے علاوہ دوسرے معزز اشغال میں بھی لگے جن سے حضرت ابوبکر شاید علیحدہ رہے ہوں۔ چنانچہ مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے "شباب کا آغاز ہوا تو حضرت عمر ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب میں عموماً معمول تھے... پہلوانی اور کشتی کے فن میں بھی کمال حاصل کیا یہاں تک عکاظ کے دنگل میں معرکے کی کشتیاں لڑتے تھے... علامہ بلاذری نے کتاب الاشراف میں بسند یہ روایت نقل کی ہے کہ عکاظ کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس فن میں پورا کمال حاصل کیا تھا" (الفاروق ۲۹) لیکن حضرت ابوبکر کے متعلق اس کمال کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ پھر دونوں میں ارتباط کس وجہ سے پیدا ہوتا۔ بلکہ مسلمان ہونے پر کبھی کبھی دونوں میں رنج و ملال پیدا ہونے کا پتا ملتا ہے۔ مثلاً علامہ سیوطی نے لکھا ہے:-

عن ابی الدرداء قال کنت جالسا عند النبی صلعم اذ اقبل ابوبکر فسلم وقال انی کان بینی و بین عمر بن الخطاب شئی فاسرعت الیہ ثم ندمت فسألتہ ان یغفر لی فابی علی۔ فاقبلت الیک فقال یغفر لک یا ابابکر ثلاثا۔ ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فلم یجدہ فاتی النبی

ابو درداء بیان کرتے تھے کہ میں حضرت رسولخدا صلعم کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں حضرت ابوبکر آئے سلام کیا اور کہا یا حضرت میرے اور عمر بن الخطاب کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا تھا اس پر میں ان کی طرف بڑھا کہ ان پر حملہ کروں) پھر (اپنے اس ارادہ پر) نادم ہوا اور ان سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دیں مگر انھوں نے اس سے انکار کیا تب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے تین مرتبہ فرمایا اے ابوبکر تم کو بخش دیگا۔ پھر حضرت عمر نادم ہوئے تو وہ حضرت ابوبکر کے گھر پہونچے مگر وہاں ان کو نہیں پایا

حقیقت مذہب شیعہ کی ز برست کتابیں

رسالہ الشمس کھجوا کے ہمراہ ماہوار شایع ہوتی رہتی ہیں مثلاً رسالہ **تقیہ** :مخالفین برابر اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ تقیہ کرتے ہیں اسکی تحقیق میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں مگر حجۃ الاسلام مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ مجتہد لکھنؤ نے کمال جامعیت سے فارسی زبان میں اس موضوع پر رسالہ تقیہ لکھا جس میں قرآن مجید کی متعدد آیتوں اور بکثرت احادیث جناب سرور عالم اور عمل صحابہ و علمائے اہلسنت سے تقیہ کا حکم خدا اور رسول ہونا ثابت کرکے ہر شخص کی تشفی کردی ہے ۔ ۷۰ برس سے زیادہ ہوگئے کہ یہ کتاب چھپکر تمام شایع ہوگئی مگر علمائے اہلسنت سے آج تک اس کا جواب نہ ہوسکا۔ اس ضروری و مفید رسالے کا اردو ترجمہ مکمل ۱۳۶ صفحہ میں شایع کردیا گیاہے ۔قیمت فی جلد ۹ر **الولی** :۔ ہندوستان کے مشہور مناظر جناب مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل اڈیٹر اہلحدیث امرتسر نے جناب مولانا السید فرمان علے صاحب مرحوم مدرس اول مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ سے خلافت بلافصل حضرت امیرالمومنینؑ کے متعلق جو مشہور اور زبردست مناظرہ کیا تھا اور جسمیں مولانا مرحوم کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی تھی وہ پورا مناظرہ اور کل علمی و دینی تحقیقات اس کتاب میں جمع کرکے شایع کردی گئی ہیں ضخامت ۲۲۰ صفحہ قیمت ۱۲ر **کشف الظلام** :۔ علمائے اہلسنت ہمارے امام زمانہ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کے وجود و غیبت اور حضرات ائمہ طاہرینؑ کی رجعت کے متعلق بکثرت اعتراضات کرتے ہیں ۔جناب مولانا محمد رضی صاحب نگی پوری دام فیضہ نے اس رسالہ میں اُن کل اعتراضات کے تشفی بخش جوابات نہایت تحقیق سے درج کردیئے ہیں ۔یہ رسالہ بھی بہت دلچسپ مفید اور ضروری ہے ۔قیمت ۹ر **بسط الیدین** :۔جس میں ثابت کیا ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی چاہئے۔ ہاتھ باندھنا خلاف حکم خدا اور رسولؐ ہے ۳ر **انتصار** :۔اس میں ثابت کیا ہے کہ وطی فی الدبر شیعوں کے ہاں جائز نہیں ہے اہلسنت کا غلط اعتراض ہے ۶ر **شیخ جیلانی** :۔شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی کے مفصل حالات جس سے ان کا غیر سید ہونا بھی ثابت ہے ۶ر

نوٹ :۔ ممبران دائرہ تحقیق کھجوا کے لئے چوتھائی قیمت کی رعایت کی جائے گی۔ اور جو حضرات اس دائرہ کے پانچ ممبر مہیا کرینگے ان کو دو روپیہ کی کتابیں بطور تحفہ دی جائیں گی۔

المشتھر :۔ دائرہ تحقیق کھجوا (بہار)

ایک اور زبردست زلزلہ

صوبہ بہار اور کوئٹہ کے قیامت نما زلزلوں کا حال تو آپ نے سُنا مگر کیا آپ کو اس کی بھی خبر ہے کہ ایک انصاف پسند اور زبردست محقق ہندو پنڈت نے مسلمانوں کی مذہبی دنیا میں بہت بڑا زلزلہ پیدا کر دیا ہے۔ حضرات اہلسنت کے مشہور اور معزز علمی و دینی رسالہ نگار لکھنؤ میں جناب پنڈت ہرنام صاحب نے معتبر اسلامی کتب تاریخ و حدیث و تفسیر و سیرت سے مسئلہ خلافتہ و امامتہ پر ایک نہایت قابل قدر مضمون لکھ کر سب کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ اس محققانہ مضمون میں پنڈت صاحب ممدوح نے دکھایا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے حضرت امیر المومنینؑ کو متعدد موقعوں پر اپنا خلیفہ بلافصل مقرر کر کے بار بار اس کا اعلان کر دیا تھا اور حضرت اول و دوم کی عدم قابلیت اور عدم استحقاق خلافتہ پر مہر لگا دی تھی۔ اس جدید تحقیق نے علماء اہلسنت میں تلاطم پیدا کر دیا۔ اخبار نجم لکھنؤ وغیرہ میں خوب خوب غصہ اور غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا۔ ایک اور رسالہ فاران میں اس کے جواب کی کوشش کی گئی۔ اس پر مشہور عالم اہلسنت جناب علامہ عینی نظامی صاحب دام برکاتہم ساکن حیدرآباد نے رسالہ فاران کا مفصل اور محققانہ جواب اخبار منادی دہلی میں شایع کرا کے اور ہندو پنڈت صاحب کے مضمون کی پوری تائید کر کے سب کی زبان بند کر دی۔ ہندو پنڈت صاحب کے اس تحقیقی مضمون اور عینی نظامی صاحب کی اس تائیدی تحریر کو دفتر اصلاح نے ۸۰ صفحہ کی ایک مستقل کتاب مسئلہ خلافتہ و امامتہ میں جمع کر کے شایع کر دیا ہے جو اس قابل ہے کہ ہر پڑھے لکھے مسلمان کو دکھائی جائے جو حضرات رسالہ اصلاح کو دو جدید خریدار عنایت فرمائیں گے اُن کو یہ رسالہ مفت روانہ کر دیا جائیگا یعنی اس کتاب کی قیمت اسی قدر ہے کہ آپ اپنے احباب اعزہ کو امادہ کر کے اس سال اصلاح کو صرف دو جدید خریدار عنایت فرمائیں جلد یہ بیش بہا موتی حاصل کریں۔

اردو تفسیر قرآن اردو زبان میں شیعوں کی کوئی ایسی تفسیر نہیں لکھی گئی جس میں مخالفین ہی کی کتابوں سے مذہب شیعہ کی حقیقت ثابت کی گئی ہو۔ اب بفضلہ تعالیٰ دائرۃ تحقیق کھجوا اس کام کو شروع کرتا ہے۔ آپ جلد اس کے ممبر ہو جائیں۔ صرف ۲ سالانہ فیس ممبری ہے۔

المشتھر:- مدیر دائرۃ تحقیق کھجوا (بہار)

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھاپکر شایع کیا)

[illegible]